ایک تاریخی حقیقت

ہندوستان کی تاریخ میں اس حقیقت کو کبھی بھلایا نہ جاسکے گا کہ جب وہ وقت آیا کہ ہندوستان کے ہاتھ غلامی کی زنجیروں میں بندھ گئے اور وطن عزیز کے پیروں پر بدیسی سامراج کی بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت میں فرزندان وطن کا وہ طبقہ جو جدید تعلیم کے اعلیٰ امتیازات سے بہرہ مند اور نئی روشنی کو اپنے دلوں اور دماغوں میں بسائے ہوئے تھا۔ کالجوں، یونیورسٹیوں سے نکلی ہوئی وکیلوں، پروفیسروں، ڈاکٹروں اور تربیت یافتہ دماغوں کی وہ فوجیں جنہوں نے فلسفہ اور تاریخ کو بارہا دہرایا تھا۔ جنہیں انقلاب امریکہ و فرانس کی داستانیں ازبر یاد تھیں ان کے کان خود اپنے وطن میں انقلاب کی صداؤں کو نہ سن سکے اور ان کی نگاہیں کوئی راہ تلاش نہ کرسکیں، غیر ملکی شوکت و اقتدار سے وہ اس درجہ مرعوب ہوئے کہ علم و عمل کے دروازہ کی کنجیاں ان کے ہاتھ سے گر گئیں لیکن ٹھیک اس وقت ایک دوسرا طبقہ جو قدیم روایات کا حامل اور پرانی تعلیم و طریق کا علم بردار تھا اٹھا اور وقت کے تقاضوں کے پورے احساس اور جوش عمل کے ساتھ میدان کی طرف بڑھا۔ آج ہم اس طبقہ کو جنگِ آزادی کی صفِ اوّل میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ طبقہ غریب، شکستہ حال، بوریہ نشین علماء کا تھا جو آج بھی آپ کے سامنے موجود ہے۔

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد
علیہ الرحمۃ والغفران

احادیث الرسول
صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ عَائِشَۃَ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ مَا مِنْ یَوْمٍ اَکْثَرَ مِنْ اَنْ یُّعْتِقَ اللّٰہُ فِیْہِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ مِنْ یَّوْمِ عَرَفَۃَ۔ (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن اللہ تعالٰی بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں کرتا۔

حج کی عبادت اہل طاقت و استطاعت کے لیے لازم و ضروری ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان میں شامل ہے جیسا کہ امام بخاری و مسلم کی روایت موجود ہے نیز قرآن کی آیت جو آل عمران کی آیت ۹۷ ہے اس کا مفہوم یہی ہے۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت امام مسلم نے نقل کی جس میں نبی علیہ السلام کا خطبہ ہے کہ لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا۔ اور آگے چل کر آپ نے حج مبرور کو سب سے زیادہ قیمتی عبادت بتلایا۔ (حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی معصیت نہ کی جائے) اور فرمایا حج مبرور کی جزا جنّت ہے (بخاری و مسلم)

نیز آپؐ نے حاجی کے لیے فرمایا کہ وہ ایسا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بشرطیکہ حج صحیح طریق پر کرے گناہ اور دنگا فساد سے بچے۔ (بخاری و مسلم)

حج میں بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی، قربانی وغیرہ اعمال شامل ہیں جن کا مخصوص وقت ہے جیسا کہ قرآن میں سورۂ بقرہ میں ہے۔ ان ایام کے علاوہ حج حج نہیں۔ لیکن ان تمام اعمال میں افضل ترین عمل جو گویا حج کی جان ہے وہ میدان عرفات کی حاضری ہے جو عرفہ یعنی ۹ ذوالحجہ کو ہوتی ہے اگر سب کچھ کرے یہ نہ کرے تو حج نہیں۔ یہ کرنا ضروری ہے چاہے قیدی ہو کہ وہاں سے گذر جائے۔ مثال یہ ہے کہ نماز کے لیے وضو لازم ہے وہ نہیں تو نماز نہیں اسی طرح عرفہ کی حاضری نہیں تو حج نہیں۔

اس دن کی برکات کا حدیث میں ذکر ہے کہ سب سے زیادہ دوزخ سے آزادی اس دن ہوتی ہے۔ چونکہ اس دن اطراف و اکناف عالم سے کھچ کھچ کر وہاں حاضر ہوتی ہے۔ اور احرام کے مخصوص لباس میں جو کفن کے مشابہ ہے دنیا سے الگ تھلگ ہو کر ذات باری کو پکارتی ہے اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتی ہے اس لیے رحمت حق میں جوش آنا اللہ تعالٰی کی رحمانیت کا گویا تقاضہ ہے کیونکہ وہ مہربان ہے۔

نہ صرف وہاں حاضر ہونے والے بلکہ گھروں میں موجود انسانوں کی کثیر تعداد بھی دعا و گریہ میں مشغول ہوتی ہے اور

(باقی ۸ پر)

جلد ۲۵ ٭ شمارہ ۴۵
۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ ٭ ۹ مئی ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

ماہ مئی سے وابستہ یادیں (اداریہ)
بادۂ شیراز درجام اردو
لادینی فلسفہ کا مقابلہ
نبوت کے بعد صدیقیت ہی افضل ترین مقام ہے (خطبہ جمعہ)
پیغمبر اسلام کا عالمگیر اسلامی نظام
ایشیا کی عظیم یونیورسٹی دیوبند
جنت کا حصول اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے
امام یحییٰ بن معین رح
مولانا تاج محمود امروٹی رح

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم ـــــ میاں محمد اجمل قادری
مدیر ـــــ محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ ۶۰/ روپے ٭ ششماہی ۳۰/ روپے
	سہ ماہی ۱۵/ روپے ٭ فی پرچہ ۱/۵۰ روپیہ

ماہ مئی سے وابستہ یادیں

ماہ مئی آتا ہے تو دل ان بلوشانِ محبت کے تذکروں سے آباد و معمور ہو جاتا ہے جو اس برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کی عظمت و شوکت کی نشانی تھے۔ سلطان ٹیپو شہید علیہ الرحمہ کی شہادت، واقعہ بالاکوٹ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ابتدا اسی ماہ میں ہوئی۔ علی الترتیب ۴-۶ اور ۹ تاریخ کو یہ واقعات پیش آئے۔

سلطان ٹیپو بلاشبہ اس ملک میں عظمت اسلام کی ایسی نشانی اور علامت تھے جن کی شہادت کے بعد انگریز کو یہ کہنے کا حوصلہ ہوا کہ "آج ہندوستان ہمارا ہے"۔ رائے بریلی کا مشہور خاندانِ سادات جس کے چشم و چراغ حضرت امیرالمومنین سید احمد بریلوی قدس سرہٗ تھے اسی خاندان کے اکابر سے سلطان ٹیپو شہید کی نسبت تھی وہ بلا کا بہادر اور جرنیل تھا۔ اس کی رگوں میں صحیح اسلامی غیرت موجزن تھی وہ بہادرانہ موت کو بے وقار زندگی پر ترجیح دیتا یہی وجہ ہے کہ اس وقت جب اکثر راجے مہاراجے انگریز کے سایہ عاطفت میں پناہ لینے میں ہی عافیت سمجھتے تھے اس نے جام شہادت نوش کر کے وہ روایت قائم کی جو بہادر مسلمانوں کا شیوہ ہے۔ افسوس یہ ہے کہ انگریز منحوس نے انتقام کی غرض سے اپنے کتوں کو ٹیپو کہا تو غیرت و حمیت سے عاری مسلمانوں نے بھی وہی راگ الاپنا شروع کر دیا ـــــــ بہرحال عظیم لوگ عظیم ہوتے ہیں اور ٹیپو واقعی عظیم تھے۔ آج ہم ان کی عظمت کو سلام کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں تو رائے بریلی کا بانکا شہزادہ اور معروف پیر خاندان کا صاحبزادہ ہمیں نظر آتا ہے جس کا نام سید احمد ہے۔ وہ رائے بریلی سے شاہانِ دہلی کے حضور پہنچتا ہے

جہاں حضرت شاہ عبدالعزیز قدس
سرہٗ اپنے اسلاف کی میراث کو
سنبھالے بیٹھے ہیں شاہ صاحب
اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ
ولی اللہؒ کے فلسفہ انقلاب کو
عملی جامہ پہنانے کی فکر میں تھے
کہ سید احمد کے روپ میں انہیں
ایک ایسی شخصیت نظر آئی جو
اس کام کی اہل تھی عمر اور علم
میں اس سے بڑے لوگوں کو
اس سے وابستہ کر دیا گیا۔ وہ
عظیم انسان اپنے گرامی مرتبت
رفقاء سمیت حرمین شریف گیا۔
وہاں کے مقامات مقدسہ کی زیارت
سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں اور
پھر ہندوستان کے طول و عرض
کا مقصد سے سچی وابستگی اور
لگن رکھنے والے رضاکاروں کی
[illegible] اکٹھی کی اس فوج کو
[illegible] کر وہ سندھ، بلوچستان اور
[illegible] سے ہوتے ہوئے پشاور پہنچے
جہاں انہیں اپنی امیدیں پوری
ہوتی نظر آئیں لیکن اقتدار کے
پجاریوں اور ملت کے دشمنوں نے
قدم قدم پر اس کی راہ روکی [illegible]
[illegible] آگے بڑھتا رہا حتیٰ کہ
[illegible] ۱۸۳۱ء کا سورج ایسے
[illegible] طلوع ہوا کہ یہ قافلہ
[illegible] گیا بظاہر مٹ گیا لیکن
[illegible] جرأت و بسالت پر
[illegible] پر مجبور ہو گیا بظاہر

لٹے ہوؤں نے ایسی چنگاری اپنے
پیچھے چھوڑی جو چند سال بعد
میرٹھ کی فوجی چھاؤنی میں پھر
بھڑکی اور بھڑک کر شعلۂ جوالہ
بن گئی۔ بہادر شاہ ظفر، مغل شہزادے
علماء و صلحاء، تجار و عوام سبھی
باہر نکل آئے یہ ۱۸۵۷ء کا سال
تھا جنگ آزادی نے پورے ملک
کو لپیٹ میں لے لیا لیکن آہ
کہ قسمت نے یہاں بھی یاوری
نہ کی۔ سلطان ٹیپو اور حضرت
سید احمد بریلوی کی تحاریک کے
خلاف جس طرح مجرم ضمیر افراد
نے مکروہ اور خفیہ ریشہ دوانیاں
کر کے ملت کو بے پناہ نقصان
پہنچایا تھا اسی طرح اب ہوا
اور پھر ستم یہ ہے کہ انگریز نے
اور اس کے لگے بندھوں نے اس
تحریک کو غدر کا نام دیا لیکن
ٹیپو سے لے کر ۱۸۵۷ء کے مجاہدین
تک کو مختلف ذرائع سے بدنام
کرنے والوں کے منہ خاک آلود ہوئے
اور ان کی جلائی ہوئی مشعل بالآخر
غلامی کی تاریک اور طویل رات
رات پہ غالب آ گئی ۱۹۴۷ء آیا
اور ملک آزاد ہو گیا۔
آزادی فی الحقیقت انہی
کے دین کے سپاہیوں اور محمد عربی
کے [illegible] جاں نثاروں کی قربانیوں
کا ثمرہ تھی [illegible] واحسرتا!
کہ ہم نے اس آزادی کی ذرہ برابر

قدر نہ کی ان بلانوشانِ محبت کے
روشن چہروں کو داغدار کرنا چاہا۔
ان پر بدعقیدگی اور مختلف الزامات
عائد کیے لیکن جو اللہ کے دین
کی راہ میں اپنی جانیں نچھاور
کر گئے ان کی زندگی و موت
ہر ایک چیز عظیم ہے۔
اور ہم ان کی عظمت کو
آج کے دن سلام کہتے ہوئے
دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت
ہمیں ان غازیانِ اسلام و مجاہدینِ
دین کے نقشِ قدم پر چلائے۔
سنتِ جہاد کو زندہ کرنے کی
توفیق بخشے اور دنیا میں ہمیں
سربلندی و سرفرازی نصیب فرمائے۔

اور یکم مئی

نامناسب نہ ہوگا کہ اس
موقعہ پر ذرا سی یکم مئی کی
طرف توجہ دلا دی جائے۔ چھٹی
و رخصت اپنی جگہ لیکن زندہ قومیں
تعطیلات سے زیادہ کام پر زور
دیتی ہیں اور پھر مقدس مذہبی
اصطلاحات کا ایسی جگہ بولنا
اور ذکر کرنا مناسب نہیں۔
شکاگو کے مزدور اپنے حقوق کے
لیے لڑے ان کی جرأت سے انکار
نہیں لیکن شہادت کار دیگر است
اور پھر رخصت و تعطیل اور

مزدوروں کو چند نعروں سے بہلا دینا ان کی خدمت نہیں ان کی خود داری کو مجروح ہونے سے بچانا انہیں معاشرہ میں صحیح مقام دینا، ان کی ضروریات کا صحیح انتظام کرنا ہی ان کی اصل خدمت ہے ـــــ ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ آج کے جو فلسفے مزدور کے سب سے زیادہ حامی ہیں وہ اسلام اور نبی اسلام کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

حضور رحمت دو عالم علیہ السلام پیغمبر انسانیت تھے ایک سچے مزدور کی تلخ کامیوں کا آپ کو عملی تجربہ تھا اس لیے آپ نے معاشرہ سے بندہ و آقا کی تمیز مٹا کر مظلوموں، بیکسوں، ستم رسیدہ اور دکھی لوگوں کو معاشرہ میں باوقار مقام کا مستحق بتلایا۔ مساوات و عدل اور حریت و آزادی کی نعمتوں میں چھوٹے بڑے ہر کسی کو شریک ٹھہرایا ـــــ یہ تو کوئی بات نہیں کہ ضروریاتِ زندگی کمیاب و نایاب ہوں، مہنگائی عفریت کی شکل اختیار کر چکی ہو غریب کا بچہ انسانی آسائشوں سے محروم ہو، مزدور اور دوسرے ستم رسیدہ طبقات چند افراد و عناصر کی سیاہ بختی کا شکار ہوں اور ہم محض ایک دن منا کر خوش ہو جائیں، سرمایہ و محنت کی دوڑ میں اسلام محنت کا حامی اور اس کا قدردان ہے۔ محنت کشوں کے حقوق کا محافظ ہے۔ محنت کے ساتھ دیانت مزدور کا طرۂ امتیاز ہے اور لادینی انقلاب سے اسی شکل میں بچا جا سکتا ہے کہ مزدور محنت و دیانت کا خوگر ہو تو سرمایہ دار شرعی ضابطوں کی روشنی میں دولت کو مصرف میں لائے ایسا نہ ہوا تو وقت کسی کو بچانے کی ضمانت نہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ ان اشارات کو سمجھنے اور ان سے عہدہ برا ہونے کی توفیق دے۔

علیحب
۶/۵

تبرکات کی مبینہ چوری

۲۷ اپریل کے نوائے وقت میں لاہور کے دو غیر معروف حضرات کے حوالہ سے ایک پریس کانفرنس شائع ہوئی جس میں شاہی مسجد لاہور سے تبرکات کی چوری کے مبینہ واقعہ کی ہائی کورٹ کے جج سے انکوائری کا مطالبہ تھا ـــــ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ حضرات شاہی مسجد گئے اور وہاں کے نظم و انتظام میں مداخلت کی اور تبرکات کے محافظوں سے الجھ کر کمرے کھلوانے چاہے اور اپنی مختلف النوع حیثیتوں کا شور مچایا

ہمیں یاد ہے کہ جن حضرات نے آج یہ "خبر" ایک عدد پریس کانفرنس کے ذریعہ اہل پاکستان کو سنائی ہے، اسی قسم کے بزرگوں نے مدینہ طیبہ میں روضہ نبوی کو مسمار کرنے اور اس کے بعد لاہور میں سید علی ہجویری قدس سرہ کے مزار کو منہدم کرنے کا شوشہ بھی چھوڑا تھا اور اپنے مخصوص اخبارات و رسائل میں اسکا ہنگامہ کیا تھا ـــــ اب تیسرا واقعہ یہ ہے"، ہماری معلومات کے مطابق تبرکات جوں کے توں محفوظ ہیں"،

محکمہ اوقاف نے انتظامی طور پر کمرے سیل کر کے انکوائری کا اہتمام کیا ہے اور قانون کے محافظوں کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے تاکہ اصل مسئلہ واضح ہو سکے"،

اس قسم کی خبریں اڑانے والے سرینگر کی درگاہ حضرت بل سے موئے مبارک کی چوری پر ہنگامہ کی شدت سے شاید واقف نہیں اس قسم کی خبریں اڑانا اور بنانا ملکی امن و استحکام کے لیے خطرہ کا باعث بن سکتا ہے"،

لازم ہے کہ حکومت پریس کانفرنس کرنے والے حضرات کا محاسبہ کرے تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس خبر کا پس منظر کیا تھا؟

اور اگر خبر واقعی سچی ہے تو پھر محکمہ اوقاف کے وہ اہلکار جو ان چیزوں کی حفاظت پر مامور ہیں وہ سزا کے واقعی سب سے مستحق ہونگے

قرآن پاک کی طباعت میں غلطیاں

لاہور کی ایک مقامی مسجد کی [illegible] کے صدر جناب محمد یاسین [illegible] صدر پاکستان، وزیر [illegible]

بادۂ شیراز در جامِ اُردو

می دمد صبح کلہ بستہ سحاب
الصبوح الصبوح یا اصحاب
می چکد ژالہ بر رُخِ لالہ
المدام المدام یا احباب
می وزد از چمن نسیمِ بہشت
پس بنوشید دائما مئے ناب
تختِ زرّیں زدہ است گُل بچمن
راح چوں لعلِ آتشیں دریاب
بر رُخِ ساقیٔ پری پیکر
ہمچو عاشق بنوش بادۂ ناب
گر نشاں ز آبِ زندگی جوئے
می نوشیں بجو بہ بانگِ رباب
در چنیں موسم عجب باشد
کہ ببندند میکدہ بشتاب
درِ میخانہ بستہ اند دگر
افتح یا مفتح الابواب
چوں سکندر حیات اگر طلبی
لبِ لعلِ نگار را دریاب
زاہدا! مے بنوش زندانہ
فاتقوا اللہ یا اولی الالباب
لب و دندانِ تو بحقِ نمک
داشت بر جانِ سیخہائے کباب
حافظ! غم مخور کہ شاہدِ بخت
عاقبت بر کشد ز چہرہ نقاب

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی

صبح ہونے کو ہے، چھایا ہے سحاب اے دوستو!
دن چڑھا ہے، لے بھی آؤ اب شراب اے دوستو!
پڑ رہی ہے عارضِ لالہ پہ شبنم کی پھوار
ہاں شرابِ ناب، جامِ آفتاب اے دوستو!
اب تو آتی ہے چمن سے ہر ہوا فردوس کی
اس لیے ہر دم پیو، خالص شراب اے دوستو!
ڈھونڈ کر لاؤ کہیں سے گلرخوں کے ہاتھ کی
تختِ زرّیں اور سُرخ آتش شراب اے دوستو!
جب پری پیکر ہو ساقی، اس کے رُخ کو دیکھ کر
آنکھوں آنکھوں ہی میں پی جاؤ شراب اے دوستو!
زندگی بھر خوب جی بھر کر پیو آبِ حیات
وجد میں آکر بطاؤس و رباب اے دوستو!
ایسے موسم میں نہ ہو جائے درِ میخانہ بند
ہاں شتاب اے دوستو! ہاں ہاں شتاب اے دوستو!
کھول ہی دے گا خدا، رندوں پہ بابِ میکدہ
محتسب کا ہوگا پھر خانہ خراب اے دوستو!
ہے لبِ لعلِ نگاراں اصل میں آبِ حیات
کاش اسکندر بھی پی سکتا یہ آب اے دوستو!
زاہدوں کو کون سمجھائے کہ رندوں کی طرح
پی بھی جاؤ جتنی پی جائے شراب اے دوستو!
ہے لب و دندانِ ساقی کا بھی حقِ نمک
پیشِ خدمت ہے مرے دل کا کباب اے دوستو!
کب تلک حافظ غمِ فرقت میں ہوگا مبتلا
ایک دن اُٹھے گا اس رخ سے نقاب اے دوستو!

پیمانہ بردارِ میخانۂ حافظ، حکیم آزاد شیرازی

مجلس ذکر

ضبط و ترتیب : علوی

لادینی فلسفہ کا مقابلہ کیسے ہو سکے گا؟

پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

محترم حضرات! دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجتماع میں اچھوت رہنما مسٹر جگ جیون رام کی تقریر کا ذکر اس سے پہلے بھی کر چکا ہوں۔ وہ تقریر مجھے رہ رہ کر یاد آ رہی ہے کہ ۱۰ کروڑ انسانوں کا رہنما کس طرح حقیقت کے اظہار پر مجبور ہوا۔

مسٹر جگ جیون رام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کے حضور گلہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے بجا طور پر کہا کہ ہم دنیا کے اس عظیم بلکہ سب سے بڑے انسان کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ اس نے انسانیت کا احترام سکھایا۔ اس ذات اقدس نے بندہ و مولیٰ کی انسانیت سوز تقسیم کو اپنی الٰہی تعلیم سے مٹا کر رکھ دیا اس نے اپنے نام لیواؤں کو حکم دیا کہ جس طرح شاہان عجم کے سامنے لوگ دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور یہ ایستادگی و قیام گھنٹوں جاری رہتا ہے یہ بہت بری اور قبیح رسم ہے اس کو ترک کر دو۔ اور میرے معاملہ میں کبھی ایسا نہ کرنا۔ اس پیغمبر انسانیت نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ برابر کے سلوک کا حکم دیا اور فرمایا کہ انہیں اپنے ساتھ کھلاؤ اپنے جیسا کپڑا انہیں پہناؤ اور ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی سلوک روا نہ رکھو۔

حضور علیہ السلام کے سچے نام لیواؤں نے آپ کے فرمودات کو پلّے باندھا، ان پر عمل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر ایک دنیا حلقہ بگوش اسلام ہو گئی بلکہ حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام ابن تیمیہ رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے امت کے عظیم المرتبت لوگوں کے جنازوں کو دیکھ کر ہزاروں یہودی عیسائی اور مجوسی مسلمان ہو گئے۔ چین، انڈونیشیا اور اس اطراف میں مسلمان تاجر پہنچے ان کی دیانتداری اور کاروباری شرافت نے ایک دنیا کو اسلام کا گرویدہ بنا دیا اور اب تک اسلام اپنی تمامتر قوت کے ساتھ ان علاقوں میں موجود ہے۔

ہمارے بزرگوں کو اللہ غریق رحمت کرے صدر اول کے مسلمانوں کی خوبیاں اور کمالات ان میں بطریق اتم موجود تھے لکھنؤ میں امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور، جالندھر میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور راولپنڈی میں علماء لدھیانہ کے ایک فرزند جلیل مفتی محمد نعیم رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسلامی اخلاق کے نتیجہ میں کتنے ہی اچھوت اور نیچی اقوام کے لوگ اسلام کے سایہ عافیت میں آ گئے۔

عزیزان محترم! آپ یہاں اللہ کا نام سیکھنے آتے ہیں اللہ

کے نام میں بے پناہ برکت اور
لذت ہے اس کا اصل کمال
یہی ہے کہ یہ انسان کو تمام تر
رذائل اور بری عادات سے پاک
صاف کر دیتا ہے اور اسے
ملکوتی خصائل کا مالک بنا دیتا
ہے۔ انسان مشتِ خاک ہو کر
[illegible] حیثیت کا مالک بن جاتا ہے
[illegible] فرشتے اس پر رشک کرنے
لگتے ہیں لیکن یہ بات قابلِ
افسوس ہے کہ آج مسلم معاشرہ
بے راہروی کے اعتبار سے انتہا
کو پہنچ چکا ہے اخلاق و شرافت
مروّت و دیانت، صداقت و
امانت اور وہ تمام اخلاق جو
فرزند مسلم کا طرۂ امتیاز تھے
وہ آج ہم میں مفقود ہیں۔
یہی وجہ ہے کہ آج کی پریشاں حال
دنیا اپنی پریشانیوں کے ازالہ
کے لیے اسلام کی طرف دوڑتی
ہے لیکن وہ ہماری بے راہروی
کو دیکھ کر پھر بدک جاتی ہے۔
جیسا کہ میں نے پہلے بھی
عرض کیا تھا کہ اچھوت رہنما
کی تقریر نہ صرف ہندوستان
بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں اور بالخصوص
اہل علم، مشائخ اور اربابِ
طریقت کے لیے ایک چیلنج ہے۔
ہمارے مخدوم و بزرگوار حضرت
مولانا سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
جلاوطنی کے بعد واپسی پہ یہی
سبق دیا تھا کہ انسانی معاشرہ
میں اگر پست اقوام، مفلوک الحال
طبقات اور اس جیسے لوگوں
کی خبرگیری نہ کی گئی تو لادینی
فلسفہ نہ صرف دنیوی آسائشوں
کے محلات کو ڈھیر کر کے رکھ
دے گا بلکہ تہذیب و کلچر کی
عمارت بھی ڈھے جائے گی۔

اس لیے میری آپ سے
اور آپ کی وساطت سے سب
مسلمانوں سے یہی استدعا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کے اخلاق کریمہ کے رنگ
میں اپنے آپ کو رنگ کر اسلامیت
و انسانیت کے ایسے نمونے بن
جائیں کہ آپ کے حسن عمل و
حسن کردار کو دیکھ کر دشمن
اعتراف حقیقت پر مجبور ہو
جائے اور وہ اسلام کے دامن
رحمت میں پناہ لے سکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر
ہو۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

بقیہ : احادیث الرسولؐ

اس خواہش میں پریشان و مضطر
ہوتی ہے کہ اے کاش! مجھے
بھی وہاں کی حاضری نصیب ہو
یہ خواہش، یہ اضطراب اور یہ
بے چینی اور دعا و مناجات اور
رونا دھونا مالک کو پسند آ
جاتا ہے۔ پھر جو دوزخ سے
رہائی کا پروانہ شروع ہوتا ہے
تو تمام ایام پر بازی لے جاتا
ہے۔ ____ اس عبادت
کی اہمیت کا اندازہ اس سے
لگائیں کہ آپؐ کا فرمان ہے کہ
جو صاحب استطاعت ہو کر حج
نہ کرے وہ چاہے یہودی ہو کر
مرے یا نصرانی ہو کر۔

اللہ بچائے اور ہم سب
کو اپنے گھر کی زیارت و حاضری
نصیب فرمائے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : فاروقی

نبوت کے بعد صدیقیت ہی افضل ترین مقام ہے

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور مد ظلہم ○

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم : بسم اللہ الرحمن الرحیم :—

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى ○ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○

حضرات محترم! سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت کے متعلق گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں چند بنیادی باتیں بیان ہوئیں کہ آپؓ نے سب سے پہلے اور بغیر کسی حیل و حجت کے اپنی ازلی سعادت مندی اور خوش نصیبی کی وجہ سے امام الانبیاء حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر دین کی تبلیغ کا کام سرانجام دیا۔ آج کے خطبہ مسنونہ میں قرآن حکیم کی جو آیات تلاوت ہوئیں، ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظمت کو بیان فرمایا ہے۔

شانِ نزول

واقعہ افک کے سلسلہ میں بدبخت یہودیوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہونے والوں میں حضرت صدیق اکبرؓ کے ایک عزیز مسطحؓ کا نام بھی شامل تھا۔ جن کی غربت و تنگدستی کے باعث حضرت ابوبکرؓ اس کی مالی امداد بلکہ کفالت فرماتے تھے۔ اس واقعہ پر صدمہ کی وجہ سے آپ نے اس کی مالی امداد بند فرما دی لیکن جب قرآن حکیم کی آیات کے ذریعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی بیان فرما دی گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مالی امداد دوبارہ جاری فرما دی اور پہلے کی طرح اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کے لیے مسطح کی کفالت اپنے ذمہ لے لی اس پر یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئیں۔

ترجمہ: اور اس (جہنم کی آگ) سے وہ شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال محض اپنے دل کی پاکیزگی کے لیے خرچ کرتا ہے اور اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا اس طرح بدلہ چکاتا ہو بلکہ اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے لیے ایسا کرتا ہے اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

حاشیہ شیخ الاسلامؒ

روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا اور یہ بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے زہے نصیب اس بندے کے صبر جسکے اتقیٰ ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو، ان اکرمکم عند اللہ

اتقٰکم۔ اور خود حضرت حق سے اُس کو "ولسوف یرضٰی" کی بشارت سنائی جائے، فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں "ولسوف یرضٰی" کی بشارت ایک انعکاس ہے۔ اس بشارتِ عظمٰی کا جو آگے "ولسوف یعطیک ربک فترضٰی" کے الفاظ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں آرہی ہے"۔

محترم حضرات! اس آیت کریمہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور فضیلت بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آگئی کہ آپ کا ہر کام اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کے لیے تھا اور اسی وجہ سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے "اتقٰی" کا امتیازی اعزاز حاصل ہوا۔ یعنی آپ متقی اور پرہیزگار بندوں میں سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والے اور پرہیزگاری کے اعلیٰ ترین مقام کے حامل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و برتری کا معیار ہے۔ کہ قرآن حکیم میں خود فیصلہ فرما دیا۔ وجعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔۔ کہ تمہیں مختلف قوموں اور مختلف خاندانوں میں تقسیم اس لیے کیا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (لیکن) اللہ کے نزدیک تم سب میں سے بڑا شریف اور صاحب عزت و عظمت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہے۔

ان دونوں آیات کریمہ کا مفہوم سامنے آجانے کے بعد یہ نتیجہ خود سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "اتقٰی" سب سے بڑے متقی اور سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔ اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد کائنات میں سب سے بڑا مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حاصل ہے۔

قرآن سے استدلال

حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ عنہ کے انبیاء کے بعد سب سے افضل ہونے کے اور بہت سے دلائل کے ساتھ ساتھ سب سے بڑی دلیل قرآن حکیم کی وہ آیت کریمہ ہے جس میں حق تعالیٰ نے انعام یافتہ گروہوں کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصّٰلحین یعنی اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کی فہرست بیان فرماتے ہوئے مقام نبوت کے بعد سب سے افضل درجہ مقام صدیقیت کو دیا اور پھر شہداء اور صالحین کا ذکر فرمایا۔ اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مقام صدیقیت کے فرد کامل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہیں خود اللہ تعالیٰ نے اور زبانِ نبوت نے صدیق کا لقب دیا۔

حضرت مجدد الف ثانی کا کشف

برصغیر میں اہل سنت کے سرخیل اور الف ثانی کے مجدد حضرت امام ربانی الشیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں اپنا کشف بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ "مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور شہادت کے بعد صدیقیت کا مقام ہے۔ اور وہ فرق و تفاوت جو ان دو مقاموں کے درمیان ہے۔ وہ اس سے زیادہ ہے کہ اسے کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکے۔ اور اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ اور اس مقام صدیقیت سے اوپر کوئی مقام نہیں مگر مقام نبوت حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام نہیں ہے بلکہ کسی اور

مقام کا ہونا محال ہے۔ اس کے محال ہونے کا حکم کشفِ صریح، صحیح سے معلوم ہو چکا ہے۔"

صحابہؓ میں افضلیتِ ابوبکرؓ پر اتفاق

محترم حضرات! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انبیاء کے بعد کائنات میں افضل ہونے کا عقیدہ ایک ایسا اتفاقی امر ہے کہ اس پر مسلمانوں میں کسی بھی دور میں کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو ہی افضل سمجھتے تھے اور اس میں کسی صحابیؓ نے کبھی کوئی اختلاف نہیں کیا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ایہا الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص تمام انسانوں سے بہتر و افضل ہے؟ قال ابوبکر۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ ابوبکرؓ سب سے بہتر ہیں — قلت ثم من؟ قال عمرؓ۔ میں نے دریافت کیا کہ ابوبکرؓ کے بعد کون بہتر ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ عمرؓ۔ پھر میں نے اس خیال سے کہ آپ حضرت عثمانؓ کا نام نہ لے لیں اندازِ سوال تبدیل کرتے ہوئے پوچھا "ثم انت" کہ پھر حضرت عمرؓ کے بعد آپ سب سے بہتر ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا۔ ما انا الا رجلٌ من المسلمین۔ کہ میں تو صرف ایک مرد مسلمان ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی امت میں سب سے بہتر و افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات تھی۔

بخاری شریف کی ہی ایک اور حدیث میں آتا ہے عن ابن عمرؓ قال کنا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نعدل بابی بکرٍ احداً ثم عمر ثم عثمان ثم نترک اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا نفاضل بینهم۔ کہ ہم لوگ (صحابہؓ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے (یعنی ان سے افضل کسی کو قرار نہ دیتے تھے) ان کے بعد حضرت عمرؓ اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت عثمانؓ کے بعد ہم صحابہؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے تھے اور ان کے درمیان کسی کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

اس مضمون کی متعدد احادیث موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر متفق تھے۔ بہرحال قرآن و حدیث اور آثار صحابہؓ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اخلاق، اتباعِ رسولؐ اور عشقِ رسولؐ کے باعث اُس مقامِ ارفع پر فائز تھے کہ انبیاء کے بعد کسی اور انسان کا اس مقام تک پہنچنا کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت ابوبکرؓ اور دوسرے صحابہؓ کے مقام کو سمجھنے اور ان کی اطاعت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

پیغمبر اسلام کا
عالمگیر اسلامی انقلاب

حافظ عبد الحق خان بشیر ـــ مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

سنی گارڈ گوجرانوالہ کے مقابلہ سیرت میں اس مضمون کو تیسرے انعام کا مستحق قرار دیا گیا ـــ (ادارہ)

انسان ایک سماجی حیوان ہے اس کے جسمانی اور روحانی تقاضے اسے مل جل کر زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے ہیں، انسان کی اسی نفسیاتی ضرورت نے معاشرہ کو جنم دیا اور یہیں سے حقوق وفرائض کے فلسفوں کا آغاز ہوا، انسان میں نیکی اور خیر اسی طرح پیوست ہیں جیسے دودھ میں مکھن، یا برگ گل میں باد سحر گاہی کا نم لیکن عام حالات میں بلکہ اکثر اوقات اس کے تمام افعال واعمال پر بدی کی قوتوں کی حکمرانی ہوتی ہے، بدی کی انہی قوتوں کے زیر اثر وہ حسد، کینہ، انتقام اور ناجائز غلبہ جیسی رذیل وں کا شکار ہو جاتا ہے، اور ایک منظم معاشرتی نہج میں دوسروں پر غلبہ وتسلط اس کے نفس کی منزل آخرین قرار پاتی ہے، غلبہ و تسلط کی اس خواہش کے باوجود دوسروں کے غلبہ وتسلط کا خوف اس پر ہر وقت اس کے دل میں موجود رہتا ہے، اس خوف اور غلبہ نے معاشرہ کے ان قوانین کو جنم دیا جن سے سان کے اندر ایک اجتماعی شعور بیدار ہوا، سانی سوسائٹی میں فلاسفر، اور مصلح اور طاقت کے نشہ میں مست حکمران تینوں آپس میں ٹکراتے رہے اور انقلابات عالم کو جنم دیتے رہے، اور ان تینوں سے ہٹ کر ہر دور میں پیغمبر وقت انسان کو نیکی اور خیر کی دعوت دیتے رہے۔"

فلاسفر :- فلاسفر کی نظر حالات وواقعات کے ظاہری پہلوؤں پر ہوتی ہے اس کے انقلابی اصول کی بنیاد یہی ظاہری حالات وواقعات ہوتے ہیں، فلاسفر کا فلسفہ حیات بیشک اسکی اپنی فکر کے اعتبار سے کامل واکمل ہوتا ہے لیکن نفس انسانی کے انقلابات کو سمجھنا اس کے بس کا روگ نہیں ہوتا، اسکے فکر کی الجھنوں میں وحی کی رحمتیں شامل نہیں ہوتیں، ایک فلاسفر کا قانون عدالت اور جیلوں کی رونق تو بڑھا سکتا ہے، لیکن انسان کو طبعاً نیک ہرگز نہیں بنا سکتا، اگرچہ فکر انسانی کے پس منظر میں سقراط، ارسطو، افلاطون، کارل مارکس، اور لینن جیسے عظیم فلاسفر کا فلسفہ حیات کارفرما نظر آتا ہے، لیکن یہ تمام دانشور اپنی تمام تر عقلی قوت کے استعمال کرنے کے باوجود نفس انسانی کے انقلابات کو سمجھنے میں ناکام رہے اس لئے ان کا تمام تر انقلابی نظام طبقاتی الجھنوں کا شکار نظر آتا ہے، ان کی انقلابی فکر کے پس منظر میں عام طور پر تین پروگرام نظر آتے ہیں"

(۱) سرمایہ دارانہ نظام

وسائل معاشی اور ضروریات کی تحصیل انسان کے سادہ دور میں نہایت آسان تھی، انسانی زندگی کا مدار سادگی پر تھا جس کے لئے نہ وسیع سرمائے کی ضرورت تھی اور نہ حب مال اور حرص شدید کی تشنگی بجھانے کے لئے دوسرے ملک پر قبضہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن اس سادہ طرز حیات کے بعد تمدن وجود میں آیا تو معاشی ضروریات اور حاجات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ اس دور کے ایک متمدن انسان کی ضروریات کا خرچ سادہ دور حیات کے سو افراد کی ضروریات کے خرچ کے برابر ہونے لگا، جس سے سادہ زندگی عیاشانہ زندگی میں تبدیل ہوتی چلی گئی، جو آگے چل کر سرمایہ دارانہ نظام کی سنگ بنیاد کا باعث بنی، تعیش نے کھانے پینے اور پہننے کے اخراجات کو اس قدر وسیع کر دیا کہ ان پر اربوں روپیہ ڈیلی خرچ ہونے لگا، سکونت کے لئے ایسے ایسے بنگلے تعمیر کئے گئے کہ ان پر صرف ہونے والے اخراجات انسانی آبادی کے بڑے حصہ کی ضروریات حیات کے لئے کافی ہو سکتے

ہیں، تسکین شہوت کے لئے زنا کی دلدل اور رقص وسرود کے وہ پیشے ایجاد کئے گئے جنہوں نے صنفِ نازک کے ایک بڑے طبقہ کو معاشرہ کے ضروری کاموں سے کاٹ کر ان غیر فطری اور مخرب اخلاق پیشوں میں لگا دیا، سرمایہ داروں کی ذہنی عیاشی کے لئے سینماؤں اور کلبوں کی دنیا وجود میں آئی جسے دیکھ کر علامہ اقبال کو یہ کہنا پڑا، ؎

وہی بت فروشی وہی بت گری ہے
سینما ہے یا صنعت آذری ہے
وہ مذہب تھا اقوام عہد کہن کا
یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے

سرمایہ دار کا مقصد حیات فقط سرمایہ کا حصول ہوتا ہے اور وہ حیوانات کی طرح کسی پابندی کو قبول کئے بغیر وہ سب کچھ کر ڈالتا ہے جس سے اس کے سرمایہ میں اضافہ ہو اس کے دل سے حلال وحرام کی تمیز اٹھ جاتی ہے گویا سرمایہ اس کے لئے مذہب سے بغاوت کا سبب بن جاتا ہے، قرآن مقدس میں ارشاد گرامی ہوتا ہے،،

کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ،، انسان اللہ کے قانون انصاف کا باغی بن جاتا ہے جبوقت وہ مالدار بن جاتا ہے، سرمایہ دارانہ نظام میں حکمرانی عملاً سرمایہ دار کی ہوتی ہے اور سارا نظام سلطنت اس مخصوص گروہ کے مفادات کا نگہبان بن جاتا ہے اور ہر چیز کو پیسے کے ترازو میں تولا جاتا ہے، غریب کی غیرت اور عزت نفس مادی مجبوری کے ہاتھوں بک جاتی ہے اور سرمایہ دار اپنی ہر جائز وناجائز ضرورت پوری کرنے کیلئے سرمایہ کا مکروہ جال پھیلا دیتا ہے اور وہ اپنے آپ کو کسی ضابطہ قانون اور ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں سمجھتا یعنی مقصد برآری کے لئے ہر ذریعہ جائز ہے، امریکہ میں یہودی اقلیت کے باوجود اپنی دولت کے بل بوتہ پر حکومت کرتا ہے اور عوام کا منتخب صدر ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا ہے

سوشلزم [۲] سوشلزم کی بنیاد کارل مارکس کے نظریہ قدر زائد پر رکھی گئی ہے جسکی مختصر تشریح اس کی اپنی کتاب،، دی کیپیٹل میں (جسے اشتراکیت کی بائبل سمجھا جاتا ہے) اس طرح کی گئی ہے کہ ایک مل مالک ایک معقول منافع سے زیادہ جو کچھ کماتا ہے وہ مزدوروں کا حق ہے جس پر اس نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے، اس ظلم کا حل اس نے یہ بتایا کہ ملک کی تمام معیشت حکومت کے کنٹرول میں ہو تاکہ ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو سکے، لیکن اسکا یہ نظریہ عملاً قائم نہ ہو سکا، وہ قدر زائد جو مل مالک سرمایہ داری میں صرف کرتا تھا اب حکومت کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا، نتیجۃً عوام پر کمیونسٹ پارٹی کی بدترین بالادستی قائم کردی گئی اور عملاً روس کے ملازمین کی تنخواہوں میں ایک اور ساٹھ کی نسبت ہے جو پکار پکار کر یہ بات کہہ رہی ہے،،

دست فطرت نے کیا ہے جن گریبانوں کو چاک
مزدکی منطق کی سوزن سے نہیں ہوتے رفو

علامہ اقبال مرحوم،

اور دوسری طرف کارل مارکس دین ومذہب کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے حقیقت وحی سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ انسان کی اندرونی قوت کے سوا کوئی اور ذریعہ علم نہیں وحی کا افسانہ غلط ہے، اور اسی نظریہ باطل کی وجہ سے اسکی فلسفیانہ فکر نے اتنی بھیانک ٹھوکر کھائی ہے کہ دنیا کے کسی خطہ میں بھی اس کے سنبھلنے کے آثار نظر نہیں آتے

جمہوریت [۳] آج لادین وبے لگام نظریہ جمہوریت نے انسانی قافلہ کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ جہاں شجر زندگی کی جڑیں کٹ جائے اور شمع حیات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو جائے،،

امام سندھی فرماتے ہیں کہ موجودہ جمہوریت و شورائیت کی بنیاد ان کے یہاں فلسفہ وسائنس پر ہے کسی مذہب یا دین پر ہرگز نہیں ہے،، سائنس کی ترقی کے ساتھ مذہبی قانون تو الگ رہا اب سے خدا کا انکار بھی عام طور پر ضروری سمجھا گیا ہے، اگرچہ ارباب جمہوریت کی طرف سے اس تحریک کو فحاشی وبے حیائی کے خاتمہ کے لئے تمام طبقات کے درمیان مساوات قائم کرنے کے لئے اور معاشی واقتصادی ترقی کے لئے منزل آخرین قرار دیا جاتا ہے

لیکن یہ ایک دلچسپ انکشاف حقیقت ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے جمہوری ملک امریکہ وبرطانیہ میں سب سے زیادہ بے حیائی وفحاشی عام ہے زیادہ قتل، سب سے زیادہ جرائم اور سب سے زیادہ اقتصادی بدحالی پائی جاتی ہے اور اب تک وہاں سفید وسیاہ کا امتیاز بدستور موجود ہے اور نظام جمہوریت میں قانون کا معیار اکثریت کی رائے ہے، حالانکہ محض عددی اکثریت کسی بات کے صحیح ہونے کا ثبوت ہرگز نہیں ہے

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
جسموں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

غرضیکہ حکماء و فلاسفروں نے بار بار اپنی عقل رسا سے نظامِ عالم کے نقشے بدل دیئے اور نظامِ عالم کی طلسم کشائی کے حیرت انگیز نمونے پیش کئے لیکن وہ انسانیت کے نظام ہدایت کے لئے کوئی عملی نقشہ پیش نہ کر سکے، نہ فرائضِ انسانی کی طلسم کشائی میں کوئی عملی امداد دے سکے۔ اس لئے کہ ان کی دقیق نکتہ سنجیوں اور بلند خیالیوں کے پیچھے حسنِ عمل کا کوئی نمونہ نہ تھا۔

مصلح

مصلح کی نظر انسانی اور معاشرہ کی ظاہری اصلاح کی طرف ہوتی ہے اور باطنی امراض اس سے مخفی اور پوشیدہ رہتے ہیں، ظاہری اصلاح اگرچہ باطنی کمزوریوں پر پردہ ضرور ڈال دیتی ہے لیکن انسان کی طبعی کمزوریوں کو ختم نہیں کر سکتی اور بسا اوقات مصلح اپنے علم و عمل کے غرور میں نظریاتی طور پر اس قدر انانیت جیسے رذیل مرض کا شکار ہو جاتا ہے کہ معصوم انبیاء علیہم السلام اور ان کے مظلوم صحابہ پر تنقید کرنا بھی اپنا حق سمجھتا ہے غرضیکہ مصلح معاشرہ کی ظاہری اصلاح میں تو کسی حد تک کامیاب ہو گئے مگر انسانی اوہام و خیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو نہ کاٹ سکے، انسانوں کے باہمی تعلقات کی گتھی نہ سلجھا سکے، انسانی معاشرت کا کوئی خاکہ پیش نہ کر سکے، انسان کی روحانی مایوسیوں اور نا امیدیوں کا کوئی علاج نہ کر سکے اور انسانیت کے لئے اخلاق و اعمال کا کوئی عملی نقشہ پیش نہ کر سکے کیونکہ انکی فکری قوتوں میں الہامی رحمتیں شامل نہ تھیں۔

حکمران

طاقت کے نشہ میں مست حکمران کی نظر فقط وسعتِ اقتدار کی طرف ہوتی ہے اور وہ اپنے آپ کو کسی ضابطہ قانون اور ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں سمجھتا قرآن مقدس میں بزبانِ ملکہ بلقیس فرمایا گیا

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً ط وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ط

کہ جب حکمران کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو وہاں اک فساد بدتمیزی بپا کرتے ہیں اس کے اہلِ عزت کو ذلیل و خوار کرتے ہیں، حکمران ہوسِ اقتدار کی خاطر یا تو سکندر کی طرح اقوامِ عالم پر ناجائز غلبہ حاصل کرتا چلا جاتا ہے، یا ہٹلر و چنگیز کی طرح محض مکروہ تسکین کی خاطر انسانی خون کو پانی کی طرح بہانے سے گریز نہیں کرتا، اور جب حکمرانی کا نشہ حد سے تجاوز کرتا ہے تو فرعون کی طرح انانیت اس کے رگ و ریشہ میں سما جاتی ہے اور اسکو انا ربکم الاعلیٰ، کے متکبرانہ دعوے میں اپنی کرسی اقتدار اتنی مضبوط نظر آتی ہے کہ وہ اپنے انجام سے بے پرواہ ہو کر یہ بھی بھول جاتا ہے کہ دریا کی خونخوار موجیں اور پھانسی کا مضبوط پھندہ اس کے استقبال کے لئے بے چینی و بے قراری سے کروٹیں لے رہے ہیں، اس حقیقت سے انکار نہیں کہ حکمران کی تلوار نے آبادیوں اور مجمعوں کے مجرموں کو روپوش کر دیا لیکن تنہائیوں اور خلوت خانوں کے مجرموں کو وہ باز نہ رکھ سکی، اس نے بازاروں اور شاہراہوں پر امن قائم کیا لیکن دلوں کی بستی میں وہ امن و امان قائم نہ رکھ سکی، اس نے ملک کا نظم و نسق درست کیا، لیکن روحوں کی مملکت کا نظم و نسق اس سے درست نہ ہو سکا۔

پیغمبر

پیغمبر وقت ان تینوں طبقات سے ہٹ کر انسانوں کو حقیقی انسانیت کے اصولوں سے آشنا کرتا ہے اسکی تعلیم کا مقصد باطن و روح کی اصلاح ہوتا ہے وہ نظام بدلنے کی اتنی کوشش نہیں کرتا جتنی مزاج بدلنے کی کوشش کرتا ہے وہ محض قانون سے انسان کا علاج نہیں کرتا بلکہ انسان کے اندر حقیقی انسانیت کا جوہر پیدا کرتا ہے، وہ انسان کو طریقِ حیات اور زندگی کا ایک ضابطہ دیتا ہے، وہ بالغ نظر، اسکا ذہن نکتہ رس، اور اسکا وجدان حقائق کی آماجگاہ ہوتا ہے، وہ ذہن و قلب کی حریفانہ کشمکش سے واقف، مگر کشمکش سے مبرا ہوتا ہے، وہ تمام طبقات کیلئے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے، زندگی کے تمام امور میں عدل قائم کرتا ہے، اس کا موضوع خود مطالعۂ انسان ہوتا ہے، اس کے اصولوں کی بنیاد انسان کے اندر اٹھنے والے انقلابات کی دنیا ہوتی ہے وہ فلسفہ قانون سے زیادہ فلسفہ اخلاق کو ترجیح دیتا ہے، اسکی تمام تر تعلیم و تبلیغ کی بنیاد "لِلّٰہِ الْاَمْرُ" کی انقلابی فکر پر ہوتی ہے۔

جدید ماہرین نفسیات کا نظریہ ہے کہ خواہشاتِ انسانی سب جائز و فطری ہیں حالانکہ خواہشات کی تکمیل سے انسانیت کی تشفی نہیں ہو سکتی، اور خواہشات کی تسکین سے خواہشات میں کمی اور قلب میں سکون پیدا نہیں ہوتا، یہ تو سمندر کا پانی ہے جس قدر پئے گا پیاس بھڑکے گی، خواہشات لامتناہی ہیں، پیغمبر خواہشات میں اعتدال پیدا کرتا ہے

اور ذہنیت و صلاحیت کو صحیح سمت عطا کرتا ہے"

انبیاء و رسل

انسانی طبقہ میں سے اعلیٰ طبقہ کے وہ لوگ ہیں جنہیں فہم و فراست کے زیور سے آراستہ کیا گیا ہے، اور عالم انسانیت میں فہم و فراست کا جوہر لاثانی خداوند کائنات کی طرف سے انبیاء و رسل کو میسر آیا، انبیاء و رسل پیغمبر کی دو قسمیں ہیں، صاحب شریعت پیغمبر رسول کہلاتا ہے اور غیر صاحب شریعت نبی، انبیاء و رسل کا ظہور اس وقت ہوتا ہے جب عالم انسانیت ہدایت و سعادت کی شادابیوں سے محروم ہو جائے اس وقت خداوند کائنات کی باران رحمت انبیاء و رسل کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اور ایک ایک روح کو پیام زندگی دیتی ہے اور وحی الٰہی اس روحانی سعادت کی بارش ہوتی ہے ارشاد خداوندی ہوتا ہے

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر

ہر قوم اور ہر امت کو ڈرانے والا موجود تھا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

ولکل قوم ھاد "کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی و رہنما موجود تھا جو قوم کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا رہا، نیکی اور خیر کے راستوں کی ہدایت کرتا رہا، شرک و بدعات کی گمراہیوں سے بچاتا رہا، آخرت کے انجام بد سے ڈراتا رہا، وہ ہادی و نذیر نبی و رسول کے روپ میں ظاہر ہوتا رہا ہے، نسل انسانی کی ہدایت کے لئے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش انبیاء و رسل آئے، آدمؑ تا عیسیٰؑ تمام انبیاء و رسل کی نبوت و رسالت علاقائی اور زمانی تھی علاقہ خاص اور مدت معینہ کے بعد اس کے احکام شریعت منسوخ ہوتے تھے اگرچہ تمام انبیاء و رسل کے احکام شریعت آپس میں مطابقت نہ رکھتے تھے بلکہ ہر قوم کے علیحدہ ماحول کے مطابق احکام کا اجراء ہوتا تھا لیکن تمام انبیاء و رسل کا علیٰ وجہ العموم ایک ہی مقصد تھا، یعنی اجتماعیت انسانیہ کی تکمیل"

آخر میں زمان و مکان کی قید سے بے نیاز تمام اقوام عالم کیلئے نظام فطرت انسانیہ کے تحت ایک عمومی تحریک کی تکمیل کیلئے پیغمبر اسلام ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

تمام انبیاء و مرسلین کے بعد آخر میں وہ آیا جس نے کفر و شرک کی ظلمتوں کے طلسم کو توڑ کر رکھ دیا، جس نے دنیا کو خارزار غم و اذیت سے نکال کر آرام و سکون کے فردوس میں پہنچا دیا، وہ پھول کھلا جسکی نکہت بیزلوں اور تردستیوں نے مشام عالم کو معطر و معنبر کر دیا، وہ ہادی نمودار ہوا جسکی تعلیم و تلقین تا قیام قیامت بندگان خدا کو ہدایت و نجات کی راہیں بتاتی رہیگی،

پیغمبر اسلام کی شخصیت

اسلام میں شخصیت پرستی کا تصور ہرگز قابل قبول نہیں، لیکن پیغمبر اسلام چونکہ انسانیت کے ایک نظام حیات کے داعی ہیں، اس لئے ان کی شخصیت اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے اس نظام حیات کو عملاً قانونی شکل دیکر سرزمین عرب پر نافذ کیا اور وہ ایک عملی نمونہ بن کر نسل انسانی کی توجہ کا مرکز بن گئے،

بچوں کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے عالم طفولیت میں اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے حقوق کی طرف غیر شعوری طور پر بھی حریصانہ نگاہ نہ ڈالی جوانوں کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے عالم شباب میں بھی اپنے ضیاء قمر کو شرمانے والے حسن کو غلط کار راستوں سے محفوظ رکھا اور جسکی جوانی کے ایام کنواری حسینہ سے بڑھ کر شرم و حیاء میں گذر گئے، موحدین کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے شرک و بدعات کی گھٹا ٹوپ تاریکیوں میں بھی معبودان باطلہ کا سہارا نہ لیا،

شوہروں کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے اپنی گیارہ بیویوں کے درمیان مساوات کی وہ مثال قائم کی کہ آجتک نسل انسانی میں وہ مثال پیش کرنا محال ہے، والدین کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے اپنی اولاد کی پرورش اس شفقت سے کی کہ جسمیں محبت و ایثار کا بحر بے کنار موجزن ہے، آقاؤں کے لئے ایک ایسا نمونہ جس نے اپنے غلام زید کو بیٹے کی حیثیت سے پالا اور اپنی پھوپھی زاد بہن زینب سے اسی کا نکاح کرایا، جس نے ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ جیسے رفقاء کو چھوڑ کر سیاہ فام غلام بلال حبشیؓ کو مسجد نبوی کا مؤذن بنایا،

غرضیکہ آپکی انقلابی شخصیت انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے، آپکی شخصیت نہ صوفی کی طرح دنیا سے بیزار ہے اور نہ فلاسفر کی طرح خشک مزاج ہے نہ شاعر کی طرح خوش فہم ہے نہ مصلح کی طرح ظاہر پرست ہے، نہ حکمران کی طرح حریص ہے، بلکہ وہ سراپا عدل ہے اور تمام زندگی میں عدل کی حکمرانی قائم کرنا اسکا مقصود آخریں ہے"

پیغمبر اسلام کا ضابطۂ حیات قرآن پاک یا حدیث پاک

قرآن پاک نسل انسانی کے لئے مکمل ضابطہ
حیات ہے اور حدیث اسکی تشریح ہے
مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے قرآن
دنیا میں اپنا سیاسی غلبہ چاہتا ہے، اور
انسان کی ترقی کے لئے ایسا صالح فکر پیش کرتا
ہے جس کے ذریعہ انسانی سوسائٹی کی معاشی
اصلاح بھی ہوتی ہے اور معادی تیاری بھی
یہ انقلاب کسی خاص طبقہ کے مفادات کا نگہبان
نہیں بلکہ تمام طبقات کے حقوق کی ادائیگی کی
ذمہ داری قبول کرتا ہے، قرآن کا اسلوب
بیان نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کی تشکیل
ترتیب نہیں دیتا، بلکہ اس کا تمام تر خطاب
انسان کے فکری وجدان کے ذوق سے ہوتا ہے
وہ فطرت انسانی کا عالمگیر اور مسلمہ قانون ہے
اور قرآنی دستور کے علاوہ دنیا کا کوئی قانون
انسان کو بداخلاقی اور جرائم سے نہیں روک
سکتا "

پیغمبر اسلام کی جامعیت و کاملیت

پیغمبر اسلام کا انقلاب دوسرے پیغمبروں کی نسبت
اس لئے اہمیت و فوقیت رکھتا ہے کہ اس
میں جو جامعیت و کاملیت ملتی ہے وہ دوسرے
انبیاء و رسل کے ہاں مفقود ہے، عیسائی مذہب
صرف رہبانیت کی تعلیم دیتا ہے، جیسا کہ
علامہ فرماتے ہیں

مصلحت در دین عیسے غار و کوہ
مصلحت در دین ما جنگ و شکوہ

قرآن میں پیغمبر اسلام ایک جنگجو سپہ سالار
کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے، دنیاوی [illegible]
ذرائع کے متعلق کوئی تشریح نہیں،
پیغمبر اسلام کی تعلیم کی طرح انکی شخصیت بھی
جامعیت و کاملیت پر مبنی تھی۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری،

پیغمبر اسلام انقلابی تعلیمات

تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں اسلامی انقلاب
کی تیاری ہوتی رہی، ہجرت کے بعد اسے جماعتی
حلقہ سے نکال کر قومی پیمانے پر لایا گیا، پیغمبر
اسلام نے سب سے پہلے ذہنی فکری انقلاب پیش
کیا جسکی پانچ منزلیں ہیں،

اعتقادات (۱): پیغمبر اسلام کی بعثت کے
وقت دین داری اور
خدا پرستی کے جس قدر عام تصورات تھے
وہ نہ صرف عقل و فہم سے خالی تھے بلکہ ان
کی تمام تر بنیاد عقل عقائد پر آکر ٹھہر گئی تھی
لیکن پیغمبر اسلام نے للہ الامر کی انقلابی
تعلیم کے ساتھ خدا پرستی کے لئے عقلی تصور
پیدا کیا اور آپ کی دعوت کی تمام تر بنیاد
تعقل و تفکر پر ہے،،

عبادات (۲): عبادت و دعا کا تصور
و مفہوم انسان کی نیکی اور
خیر کی قوتوں میں اضافہ کرتا ہے، جبکہ مادہ
پرست عبادت و دعا کے اثر کے سرے سے ہی
منکر ہیں، حالانکہ سائنس کی روشنی میں
مسمریزم، ہپناٹیزم اور ول پاور جیسی
حقیقتوں کو تسلیم کرنے کے بعد عبادت
کے فلسفہ کا انکار کیونکر ممکن ہے اور عبادت
فطرت انسانی کا تقاضا ہے انسان غفلت
کی سرکشی میں ہر چیز سے انکار کر سکتا ہے
مگر فطرت کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا

اخلاقیات (۳): عربوں کی اخلاقی
پستی کا یہ عالم تھا کہ
حقیقی بہنوں سے شادی رچالیتے تھے، سوتیلی
ماؤں کو باپ کا ورثہ جان کر بیویاں بنالیا کرتے
تھے، لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے
لیکن پیغمبر اسلام نے ان تمام رسومات کو
ختم کرکے ایسے اخلاقی معاشرہ کی بنیاد رکھی
کہ چوری کے جرم میں فاطمہ نامی عورت کا
ہاتھ کاٹتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج فاطمہ بنت
محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اسکا ہاتھ کاٹنے
سے گریز نہ کرتا،

سیاسیات (۴): عصر جدید کے نااہل حکمرانوں
نے دین کو سیاست سے
جدا کرنے کا فلسفہ پیش کیا، قرآن پاک کی آیت
أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ میں
ذہنیت کی اسی خرابی کی طرف اشارہ ہے حالانکہ
پیغمبر اسلام نے عبادات میں زندگی کم اور سیاسیات
میں زندگی زیادہ بسر کی، جہاں آپ نے ایک مبلغ
کی حیثیت سے مذہب کی تبلیغ کی وہاں آپ نے
ایک مقنن کی حیثیت سے قانون تیار کیا اور
ایک جسٹس کی حیثیت سے فیصلے بھی کئے

معاشیات (۵): آج بڑے بڑے معاشی پروگرام
پیش کرنے والے بھی انسانی
نسل کی بڑھتی ہوئی ترقی سے خائف ہو کر خاندانی
منصوبہ بندی جیسی لعنت ایجاد کرنے پر مجبور ہوئے
جو کہ صریح انسانی قتل ہے، حالانکہ اسلام کا
فلسفہ معیشت محض تنگی رزق کی خاطر بچوں
کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اسلامی
معیشت کی ترقی کا ہی کرشمہ تھا کہ عمر فاروقؓ
اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں
لوگوں کو زکوۃ اور صدقہ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا

ایشیا کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند

مختصر تاریخ دارالعلوم دیوبند

۱۸۵۷ء کا دور مسلمانوں کے لئے پسپائی اور عام مایوسی کا دور تھا، تیرھویں صدی ہجری آخری سانس لے رہی تھی، ہندوستان میں اسلامی شوکت کا چراغ گل ہو چکا تھا صرف دھواں اٹھتا ہوا رہ گیا تھا جو چراغ بجھ جانے کا اعلان کر رہا تھا، دہلی کا تخت مغل اقتدار سے خالی ہو کر انگریزوں کے قبضہ میں آچکا تھا صرف ڈھول کی منادی میں "ملک بادشاہ کا" رہ گیا تھا، مسلمانوں کی عسکری قوت مفلوج ہو گئی تھی، تعلیم گاہیں پشت پناہی ختم ہو جانیکی وجہ سے ختم ہو رہی تھیں اور اسلامی مدارس کے اوقاف ضبط کر کے ان کا نظام تعلیم درہم برہم کر دیا گیا تھا، جسکی وجہ سے دینی شعور رخصت ہو رہا تھا، اور جہل و ضلالت مسلم قلوب پر بڑی تیزی سے چھا رہی تھی، مسلمانوں میں پیغمبر کی سنتوں کی بجائے جاہلانہ رسوم و رواج بڑی تیزی سے زور پکڑتی جا رہی تھیں، مشرقی روشنی چھپتی جا رہی تھی اور مغربی تہذیب و تمدن کا آفتاب طلوع ہو رہا تھا، جس سے دہریت اور الحاد و بے قیدی نفس، آزادی فکر بے باکی کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں، جس سے نگاہیں خیرہ ہو چلی تھیں ان حالات سے یقین ہو چلا تھا کہ اسلام کا چمن اب اجڑا اور یہ کہ اب ہندوستان بھی اسپین کی تاریخ دہرانے کے لئے کمربستہ ہو چکا ہے کہ اچانک چند نفوس قدسیہ نے بالہام خداوندی اپنے دل میں ایک خلش اور کسک محسوس کی، یہ خلش علوم نبوت کے تحفظ، دین کو بچانے اور اس کے راستہ سے ستم رسیدہ مسلمانوں کو بچانے کی تھی"۔

وقت کے یہ اولیاء اللہ ایک جگہ جمع ہوئے اور اس بارہ میں اپنی اپنی قلبی واردات کا تذکرہ کیا کہ اس وقت بقائے دین کی صورت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ دینی تعلیم کے ذریعہ مسلمانان ہند کی حفاظت کی جائے اور تعلیم و تربیت کے راستہ سے انکے دل و دماغ کی تعمیر کر کے انکی بقاء کا سامان کیا جائے اسکی واحد صورت یہ ہے کہ ایک درس گاہ قائم کی جائے جسمیں علوم نبویہ پڑھائے جائیں اور ان کے مطابق مسلمانوں کی دینی، معاشرتی، اور تمدنی زندگی اسلامی سانچوں میں ڈھالی جائے۔

اسلامی یونیورسٹی کا اجراء

چنانچہ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ نے اپنی خدمات پیش کر کے اسلامی علوم و شعائر کی حفاظت اور مسلمانوں میں جوش جہاد اور جذبہ آزادی بیدار کرنے کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کرام اور اولیائے عظام کے تعاون سے ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۷ء میں دیوبند کے وسط میں دارالعلوم کے نام سے اسلامی یونیورسٹی (ادارہ) قائم کیا جس نے تھوڑے ہی عرصہ میں اسلام کے ایک مضبوط قلعہ کی حیثیت اختیار کر لی"۔

دارالعلوم دیوبند کا سنگ بنیاد حضورﷺ نے رکھا

۱۲۹۲ھ ۱۸۷۶ء میں جب دارالعلوم دیوبند کی موجودہ عمارتوں میں سب سے پہلے نودرہ کی بنیاد کھدوائی گئی تو اس وقت کے مہتمم مدرسہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب نے خواب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجویزہ مقام پر تشریف فرما ہیں اور ان سے خطاب فرما رہے ہیں کہ یہ احاطہ تو بہت مختصر ہے یہ فرما کر خود عصائے مبارک سے احاطہ عمارت کا نقشہ کھینچ کر بتایا کہ ان نشانات پر تعمیر کی جائے"۔ مولانا نے صبح اٹھ کر دیکھا تو نشانات موجود تھے، چنانچہ ان ہی نشانات پر بنیادیں کھدوا کر تعمیر شروع کرا دی گئی

دارالعلوم کی تاسیس اور پیشین گوئیاں

دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جسے چھتہ کی مسجد کہتے ہیں اس میں ایک انار کا درخت ہے اسی درخت کے نیچے سے آب حیات کا چشمہ پھوٹا اور اسی چشمہ نے ایک طرف تو چمن اسلام کی آبیاری کی اور دوسری طرف اس کی تیز و تند روشنی شرک و بدعت، فطرت پرستی، الحاد و دہریت اور آزادی فکر کے ان خس و خاشاک

کو بھی بہانا اور راستہ سے ہٹانا شروع کر دیا جنہوں نے مسلمانوں کے قلوب میں جڑ پکڑ کر انہیں یہ روز بد دکھایا تھا"

بانی دار العلوم کا خواب

کہ "میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور میرے ہاتھوں پیروں کی دسوں انگلیوں سے نہریں جاری ہیں اور اطراف عالم میں پھیل رہی ہیں،، پورا ہوا

دار العلوم کے مہتمم ثانی کا خواب

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مہاجر مدنیؒ کا خواب کہ "علوم دینیہ کی چابیاں مجھے دی گئی ہیں" خواب ہی نہ رہا بلکہ حقیقت کے لباس میں جلوہ گر ہو گیا"

حضرت سید احمد شہیدؒ کی کرامت اور بشارت

شاہ اسماعیل شہیدؒ دیوبند سے گذرتے ہوئے جب اس مقام پر پہنچے تھے جہاں دار العلوم کی عمارت کھڑی ہوئی ہے تو فرمایا کہ "مجھے اس جگہ سے علم کی بو آتی ہے" پس وہ خوشبو جسکو سید صاحب کی روحانی قوت شامہ نے سونگھا تھا وہ یقیناً ایک کرامت ظاہر ہوئی کسے معلوم تھا کہ یہ خوشبو بیج بنیگی اور بیج سے کلی کھلے گی شگفتہ کلی سے پھول بنے گی، پھول سے گلدستہ بنے گی اور اس گلدستہ کی خوشبو سے سارا عالم انسانی مہک اٹھے گا، اور کسے پتہ تھا کہ ایشیا کی فضاء میں مغربی استعماریت کے جو جراثیم پھیلے ہوئے ہیں وہ اسکی جراثیم کش مہک سے آپ ہی اپنی موت مرنے شروع ہو جائیں گے۔

انگریزی اور اسلامی تعلیم میں فرق

انگریز جب ہند پر قابض ہوئے تو ہندوستان کو فرنگی رنگ میں رنگنے کے لئے لارڈ میکالے نے تعلیم کی اسکیم پیش کی اور وہ اسکولی اور کالجی تعلیم کا نقشہ لیکر یورپ سے ہندوستان پہنچا اور یہ نعرہ بلند کیا کہ "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے انگلستانی ہوں" چنانچہ جب یہ آواز ایک فاتح اور بر سر اقتدار قوم کی طرف سے اٹھی اور تھی بھی وہ تعلیم کی — جو بذات خود ایک انقلاب آفریں حربہ ہے تو اس نے ملک پر ذہنی انقلاب کا خاطر خواہ اثر ڈالا، اس تعلیم سے ایسی نسلیں ابھرنی شروع ہو گئیں جو اپنے گوشت پوست کے لحاظ سے یقیناً ہندوستانی تھیں لیکن اپنے طرز فکر کے اعتبار سے انگریزی — اس ذہنی انقلاب کو دیکھ کر بانی دار العلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دار العلوم قائم کر کے اپنے عمل سے یہ نعرہ بلند کیا کہ "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان تیار کرنا ہے جو رنگ و نسل کے لحاظ سے ہندوستانی ہوں اور دل و دماغ کے لحاظ سے اسلامی ہوں" —

اس کا ثمرہ یہ نکلا کہ مغربیت کے ہمہ گیر اثرات پر بریک لگ گیا اور یہ بات یکطرفہ نہ رہی بلکہ ایک طرف اگر مغربیت شعار افراد نے جنم لیا تو دوسری طرف مشرقیت نواز اور اسلامیت طراز جذبہ بھی برابر کے درجہ میں سامنے آنا شروع ہوا۔ جس سے یہ خطرہ باقی نہ رہا کہ مغربی سیلاب سارے خشک و تر کو بہالے جائیگا، اگر اسکی رو کا ریلا بہاؤ پر آئیگا تو ایسے بند بھی باندھ دیئے گئے ہیں جو اسے آزادی سے آگے نہ بڑھنے دیں گے، بہر حال وہ ساعت محمود آگئی کہ دار العلوم دیوبند کا افتتاح کر دیا گیا، نہ تو کوئی مظاہرہ تھا، نہ شہرت پسندی کا جذبہ، نہ نام و نمود کی تڑپ تھی، اور نہ پوسٹر و اشتہارات کی بھرمار، بس ایک شاگرد اور ایک استاد شاگرد بھی محمود اور استاذ بھی محمود، یوں مدرسہ کی ابتداء ہوئی اور آج اللہ تعالی نے اسکو خاص مقام عطا فرمایا ہے

دار العلوم کا سلسلہ سند"

دار العلوم دیوبند کا سلسلۂ سند حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے گذرتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، شاہ صاحب اس جماعت دیوبند کے محدث اعلی ہیں جن کے مکتب فکر سے اس جماعت کی تشکیل ہوئی

دار العلوم کی مجالس : نمبر ۱ مجلس شوری

نمبر ۲، مجلس عاملہ،

نمبر ۳، مجلس علمیہ، ادارہ کا سارا نظام اسکے ذمہ ہے

دار العلوم کی سندیں اور سرٹیفکیٹ

دار العلوم میں درجات عربیہ سے فارغ ہونے والوں کو تین سندیں دیجاتی ہیں"

۱، **سند العالم**" یہ سند اسکو دی جاتی ہے جو دورہ حدیث شریف کا امتحان پاس کرے ۔

۲، **سند الفاضل**: یہ سند اسکو دیجاتی ہے جو دورہ حدیث کے علاوہ

دورہ تفسیر بھی پڑھ چکا ہو،

۲، سند الکامل یہ سند اسکو دیجاتی ہے جو دورۂ تکمیل کے علاوہ علوم وفنون پڑھ چکا ہو،

فراغت کے بعد اگر کوئی شخص سند کے علاوہ سرٹیفکٹ بھی لینا چاہے تو اسے ایک مطبوعہ سرٹیفکیٹ بھی دیا جاتا ہے جو اردو اور انگریزی میں ہے

مذکورہ بالا تینوں سندیں طالب علم کی استعداد اور اخلاقی حالت کے اعتبار سے تین درجہ کی ہیں، اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ،

جن میں یہ تفاوت الفاظ اور عنوان امتیاز رکھا گیا ہے یہ سب سندیں عربی میں ہوتی ہیں اور ان مذکورہ بالا تینوں سندوں کو علیگڑھ یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ دہلی، جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) اور مدینہ یونیورسٹی (حجاز) مدینہ منورہ نے منظور کر لیا ہے

دار العلوم نے ملک کو کیا نفع پہنچایا

دار العلوم نے اس نوعیت کے افراد پیدا کئے جنہوں نے تعلیم، تزکیۂ اخلاق، تصنیف، افتا، مناظرہ، صحافت، خطابت وتذکیر، تبلیغ، حکمت اور طب وغیرہ میں بیش بہا خدمات انجام دیں، نیز ہزاروں مفسر، محدث، مجاہد پیدا کئے جنہوں نے ہندوستان اور پوری دنیا میں پھیل کر علوم نبویہ کی قندیلیں روشن کیں اور ہر محاذ پر اسلام دشمن قوتوں کا پوری ہمت اور پامردی سے مقابلہ کیا

فیوض بیرون ہند

سنہ ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۲ھ تک سو سال کی مدت میں دار العلوم سے فراغت پانے والے ہندوستانی اور پاکستانی فضلاء کی فہرست درج ذیل ہے، ہندوستان کے ۱۷ صوبوں کے فضلاء کی تعداد بحمد اللہ (۴۹۷۱) ہے مغربی اور مشرقی پاکستان (بنگلادیش) کی تعداد فضلاء (۴۳۸۲) ہے،

پھر دار العلوم نے اپنے علمی فیوض سے ہند و پاک کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے اسلامی ممالک کو بھی اپنی ضیاء پاشیوں سے جگمگایا، چنانچہ غیر ملکی فضلاء کی فہرست یکصدی یہ ہے جس میں پندرہ ملک ہیں

میزان بیرونی ممالک ۔۔ ۰ ۵۷۱

میزان پاک و ہند ۔۔ ۰ ۹۴۵۳

کل فضلاء کی میزان ۔۔ ۱۰۰۲۴ افراد

فضلاء کرام کے علاوہ جن طلباء نے دار العلوم سے استفادہ کیا انکی تعداد ۷۵۳۸۹ ہے، ان فضلاء کرام کی اور دیگر طلباء کی مجموعی تعداد جنہوں نے دار العلوم سے استفادہ کیا، ۔۔ ۸۵۴۱۳ ہے

دار العلوم کا حصہ تصانیف

دار العلوم نے سو سال کے عرصہ میں ۲۱۳۵، مصنفین پیدا کئے

دار العلوم کے فضلاء کرام کی کارکردگی

سو سال کے عرصہ میں دار العلوم نے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں درج ذیل ہمہ نوع فضلاء کرام پیدا کئے،

مشائخ طریقت ۔۔ ۰ ۷۳۵

مدرسین ۔۔ ۰ ۸۵۷۳

مصنفین ۔۔ ۰ ۲۱۳۵

مفتی حضرات ۔۔ ۲۱۰

مناظر ۔۔ ۰ ۱۷۴۵

صحافی ۔۔ ۰ ۷۱۵

خطیب ومبلغ ۔۔ ۰ ۴۸۲۷

طبیب ۔۔ ۰ ۳۱۸

دار العلوم کے اعلیٰ عہدے دار اور ذمہ دار صرف چار ہیں

۱۔ سرپرست،

۲۔ اہتمام،

۳۔ صدارت تدریس،

۴۔ افتاء،

ان چاروں عہدوں کے لئے ہمیشہ ممتاز شخصیتوں کا انتخاب ہوا، جو اہل اللہ، اہل دین واہل تقویٰ وجامع شریعت تھے،

دار العلوم کے سب سے پہلے استاد

عالم باعمل باخدا بزرگ حضرت ملا محمود رحمۃ اللہ علیہ تھے اور سب سے پہلے شاگرد حضرت مولانا محمود الحسن جنہوں نے بعد میں شیخ الہند کا خطاب پایا،

دار العلوم کے فیضان نے ایک طرف تو ایسی شخصیات پیدا کیں جن میں سے ایک ایک فرد ایک مستقل امت کی حیثیت اور ایک مستقل جماعت کی حیثیت رکھتا ہے ذیل میں ان اکابر کا تذکرہ ہے جنہوں نے دار العلوم کو پروان چڑھایا

سرپرست حضرات کے نام،

(۱) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، آپ ۱۸۲۷ء سے ۱۸۷۹ء تک سرپرست رہے آپکے پرامن اور بابرکت عہد سے دار العلوم ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے،

۲، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، از سنہ ۱۸۸۰ء تا سنہ ۱۹۰۵ء، آپکے عہد سے ظلمتوں کو قرار پکڑنے کا موقع نہ ملا،

(۳) شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

از سنہ ۱۹۰۶ء تا سنہ ۱۹۱۴ء آپکے نورانی آثار سے آج تک دارالعلوم کا احاطہ چمک رہا ہے

۴، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ

از سنہ ۱۹۱۵ء تا سنہ ۱۹۱۸ء، "حضرت شیخ الہندؒ کے حجاز تشریف لے جانے کے بعد آپکو مقرر فرمایا گیا"،

۵، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ دیوبندی"، از سنہ ۱۹۱۸ء تا سنہ ۱۹۲۰ء مالٹا سے رہائی کے بعد آپکو دوبارہ سرپرست بنایا گیا تھا

۶، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ آخری سرپرست

از سنہ ۱۹۲۵ء تا سنہ ۱۹۳۵ء آپ نے اپنے باطنی توجہات اور صرف ہمت سے دارالعلوم کے جہاز کو فتن و حوادث کے تھپیڑوں سے محفوظ رکھا۔

بعد میں حضرت تھانویؒ نے اپنی گوناگوں مشغولیات کی وجہ سے سرپرستی سے استعفا دیدیا اس کے بعد آجتک سرپرست کے نام سے کسی شخصیت کا انتخاب عمل میں نہیں آیا ان کے بعد مہتمم حضرات کی خدمات ہیں جنہوں نے ادارہ کا نظام سنبھالا ہوا تھا"۔

دارالعلوم کے مہتمم حضرات

۱۔ حضرت سید عابد حسین صاحبؒ دیوبندی

(۱) ۱۸۶۷ء تا ۱۸۶۸ء

(۲) ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۲ء

(۳) ۱۸۸۹ء تا ۱۸۹۴ء

آپ سلسلہ صابریہ، چشتیہ کے ایک معروف بزرگ تھے اور تین مرتبہ مہتمم مقرر ہوئے

۲۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ"، آپ طریقت و حقیقت کے ایک بلند پایہ شیخ تھے دو مرتبہ مہتمم مقرر ہوئے

(۱) ۱۸۶۸ء تا ۱۸۶۹ء

(۲) ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۲ء

۳۔ حاجی محمد فضل حق صاحب دیوبندیؒ آپ حضرت نانوتویؒ کے بیعت اور صالح متقی بزرگ تھے"،

از ۱۸۹۳ء تا ۱۸۹۴ء

۴۔ حضرت مولانا محمد منیر احمد نانوتویؒ آپ بانی دارالعلومؒ کے رشتہ کے بھائی اور جہاد شاملی میں ردیف کی حیثیت رکھتے تھے"۔

از ۱۸۹۴ء تا ۱۸۹۵ء

۵۔ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب نانوتویؒ آپ حضرت نانوتویؒ کے صاحبزادے تھے اور آپ کے دور میں ادارہ نے بڑی ترقی کی آپ کا عہد سابقہ تمام عہدوں سے طویل اور پر شوکت و پر ہیبت گذرا ہے

از ۱۸۹۶ء تا ۱۹۲۹ء"،

۶۔ مولانا حبیب الرحمان عثمانیؒ"، آپ ۱۹۰۷ء میں مولانا محمد احمد صاحبؒ کی نیابت میں رکھے گئے تھے"۔

از ۱۹۲۹ء تا سنہ ۱۹۳۰ء

۷۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ آپ کے زمانہ میں دارالعلوم نے نمایاں ترقی کی اور حلقہ اثر بھی وسیع ہوا،

از ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۷ء"

۸۔ دارالعلوم کے موجودہ مہتمم، مفکر اسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی دیوبند کے آٹھویں مہتمم ہیں اور بحمد اللہ اب تک آپ ہی کے دست مبارک میں زمام اہتمام ہے، آپکی آمد سے دارالعلوم میں ایک نئی روح پڑ گئی اور ادارہ خوب ترقی پر ہے"۔

دارالعلوم کے صدر مدرسین!

۱، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ،

۲، مولانا سید احمد دہلویؒ"،

۳، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ

۴، بحر العلوم محدث دوران علامہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

۵، شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

۶، مولانا محمد ابراہیم صاحب"

۷، امام الحدیث مولانا فخر الدین احمدؒ مرادآبادی

۸، اور موجودہ صدر مدرس حضرت مولانا فخر الحسن صاحب مدظلہ،

ان اکابر سے براہ راست حدیث پڑھنے والے طلباء کی تعداد بحمد اللہ تعالیٰ ۹۷۴۳ ہے ابھی تک فیض جاری ہے"

دارالعلوم کے مفتی حضرات!

ان حضرات کی تعداد بارہ ہے (۱)، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (۲)، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ، (۳)، مفتی اعزاز احمد صاحب، ۴، مفتی ریاض الدین صاحب، ۵، مفتی پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ ۶، مفتی کفایت اللہ میرٹھیؒ، ۷، مولانا محمد فاروق امبیٹھویؒ، ۸، مفتی سید مہدی حسن صاحب"، ان میں سے بعض حضرات دوسری مرتبہ بھی مقرر ہوئے، اور کل ۴۵۷۶۹۴، فتوے جاری کئے گئے ہیں"

خط و کتابت

کرتے وقت خریداری نمبر/کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

(ادارہ)

محمد شفیع عمرالدین "میرپور خاص"

جنت کا حصول اعمال صالحہ کا ثمرہ ہے!

گنجِ بے مار و گُلِ بے خار نیست
شادیٔ بے غم دریں بازار نیست

ترجمہ:۔ گنج بے سانپ اور گل بے خار کب؟
شادیٔ بے غم کا یہ بازار کب؟

حاصل کلام! دنیاوی مال حاصل کرنے کے لئے تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں، خزانہ حاصل کرنے کے لئے سانپ کے ڈسنے کا خطرہ بھی قبول کرنا پڑتا ہے، گلاب کا پھول توڑو گے تو کانٹے بھی ضرور چبھیں گے، ہاتھوں کا زخمی ہونا برداشت کرنا ہوگا، دنیا میں خوشی حاصل کرنے کے لئے اول تکلیفیں پڑتی ہیں، تکلیفوں اور غموں کا بوجھ اٹھائے بغیر دنیاوی راحت و عیش کے اسباب حاصل نہیں کئے جا سکتے،

اسی حقیقت کے مدنظر حضرات اکابرین ہمیں آخرت کے لئے محنت کرنے کی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں، "اس جہان کو دار العمل کہتے ہیں اور اس جہان کو دار الجزاء جو عمل یہاں کرو گے ان کا پھل وہاں ملیگا جو یہاں بوؤ گے وہ وہاں کاٹو گے"

مغفرت و جنت کے مستحق

بندوں سے اس دار العمل میں عمل درکار ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

"اور اللہ اور رسول کی تابعداری کرو، تاکہ تم رحم کئے جاؤ، اور اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو، اور بہشت کی طرف جس کا عرض آسمان اور زمین ہے جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے، جو خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں، اور غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ لوگ جب کوئی کھلا گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کر بیٹھیں، تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے بخشش مانگتے ہیں، اور سوائے اللہ کے اور کون گناہ بخشنے والا ہے؟ اپنے کئے پر اڑتے نہیں، اور وہ جانتے ہیں، یہ لوگ ہیں ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں سے بخشش ہے اور وہ باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، اور وہ ان باغوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے اور کام کرنے والوں کی کیسی اچھی مزدوری ہے" سورۃ آل عمران

(آیت ۱۳۲، تا ۱۳۶)

حاصل یہ نکلا! کہ ایمان داروں کو ان باتوں پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور جنت کا حقدار بننا چاہئے

(۱) اللہ اور رسول کا حکم مانو؟ رسول کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت خدا کا حکم ماننا ہے کیونکہ اس نے حکم دیا ہے کہ پیغمبر کا حکم مانیں اور اس کی پوری طرح اطاعت کریں"

جن احمقوں کو "اطاعت" اور "عبادت" میں فرق نظر نہ آیا وہ اطاعت رسول کو شرک کہنے لگے چونکہ جنگ احد میں رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تھی (جیسا کہ آگے آتا ہے) اس لئے آئندہ کے لئے ہوشیار کیا جاتا ہے کہ خدا کی رحمت اور فلاح و کامیابی کی امید اسی وقت ہو سکتی ہے، جب اللہ اور رسول کے کہنے پر چلو (حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ)

(۲) "اپنے رب کی بخشش کی طرف دوڑو"، یعنی اعمال صالحہ بجا لاؤ اور اخلاق حسنہ کو اپناؤ، وہ سب اعمال بجا لاؤ جن سے جنت ملتی ہے اور سب برے اعمال کو چھوڑ دو، جو جنت سے دور کرنے والے ہیں"

(۳) "متقی اور پرہیزگار بنو، یعنی سب احکام پر عمل کرو، اور سب نواہی سے بچو، شرع کے مطابق زندگی بسر کرو! غیر شرعی امور سے دور رہو"

(۴) "متقی خوشی اور تکلیف میں خرچ کرتے ہیں یعنی فراخی اور تنگی دونوں حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں"

(۵) "غصہ ضبط کرتے ہیں، غصہ میں ہوش و حواس نہیں کھو بیٹھتے، اسے پی جاتے ہیں اسے ظاہر تک نہیں ہونے دیتے، یعنی بڑے صابر، حلیم اور بردبار ہیں"

(۶) "لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں، یعنی لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ان سے بدلہ لینے کے درپے نہیں ہوتے، ان کے ساتھ برائی کے بدلے نیکی کرتے ہیں"

* نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے

یعنی نیکی کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا و دوستی کے حصول کی کوشش کرتے ہیں، وہ کام نہیں کرتے جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو

۸، کوئی گناہ کر بیٹھیں یا اپنے حق میں ظلم کریں تو بخشش مانگتے ہیں، یعنی فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، توبہ و استغفار کرکے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں گناہوں پر اڑتے نہیں ہیں، سچی توبہ کرتے ہیں، اہل حقوق کے حق ادا کرتے ہیں یا بخشوا لیتے ہیں،

۹، نیک اعمال بجا لانے والوں کا ایمان کے لئے اچھا اجر و ثواب ہے،

اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف فرما دے گا اور اپنی خوشنودی کا مقام جنت عطا فرما دیگا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا، اللھم اجعلنا منھم

نیک اعمال کا اجر

جو ایمان لائے اور نیک کام کئے البتہ ہم انہیں جنت کے بالاخانوں میں جگہ دینگے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، عمل کرنے والوں کا کیا اچھا بدلہ ہے، جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (العنکبوت آیت ۵۸ - ۵۹)

حاشیہ حضرت الامام لاہوری قدس سرہٗ،

ایماندار مصائب پر صبر کرنے والوں اور خدا پر توکل کرنے والوں کی یہ جزائے خیر ہے

جہاد میں خرچ کرنے کا اجر

۱۰ اور وہ تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو سب کچھ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے، (التوبۃ آیت ۱۲۱)

حاصل یہ نکلا کہ مجاہدین جو دین کے بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں اور اس راہ میں جو راستہ طے کرتے ہیں، اور جو خرچ کرتے ہیں وہ سب کچھ ان کے اعمال نامہ میں درج کر لیا جاتا ہے اور ان کو ان اعمال صالحہ کی بہترین جزا ملے گی،

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان اللہ کی راہ میں اپنے گھر سے جتنا دور نکلتا ہے اتنا ہی وہ زیادہ قرب خدا میں بڑھتا ہے ——— تفسیر ابن کثیر،

پوشیدہ نعمتیں

پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے عمل کے بدلہ میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے کیا چھپا رکھی ہے،

السجدہ آیت نمبر ۱۷،

حاشیہ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں جس وقت دیکھیں گے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی، حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سنی، نہ کسی بشر کے دل سے گذری،

اطاعت پر استقامت

بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے الیس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونگے، یہی بہشتی ہیں اس میں ہمیشہ رہینگے بدلے ان کاموں کے جو وہ کیا کرتے تھے، الاحقاف آیت ۱۳ - ۱۴

یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام پر جمے رہے، توحید پر قائم رہے، شرک نہ کیا، گناہوں سے استقامت کے ساتھ بچے رہے، اطاعت پر پختہ رہے، فرائض عبودیت بجالاتے رہے، انہیں اعمال صالحہ کی برکت سے جنت ملیگی،

مرتے وقت بشارت

پرہیزگاروں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں ایسے حال میں وہ پاک ہیں، فرشتے کہیں گے تم پر سلامتی ہو، بہشت میں داخل ہو جاؤ، بسبب ان کاموں کے جو تم کرتے تھے،

(النحل آیت ۳۲)

حاشیہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری رح

مذکورۃ الصدر جزائے خیر ان نیکوکاروں کی ہے، جو دنیا سے شرک و کفر کی ظلمتوں سے پاک اور نور توحید سے اپنے سینوں کو منور کرکے رخصت ہوئے تھے، ان پر فرشتے رحمت کے سلام کرینگے،

جنت میں داخل ہونیکے بعد شکر کرنا

اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے جنت کی طرف گروہ گروہ لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہونگے اور ان سے اس کے داروغہ کہیں گے تم پر سلام ہو تم اچھے لوگ ہو، پس اس میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا

وارث کردیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں پھر کیا خوب بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا،

الزمر آیت ۷۳، ۷۴،

جنت کی نعمتیں

وہ تختوں پر جڑاؤ ہونگے، آمنے سامنے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے، ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ ہی رہیں گے، آمدرفت کیا کریں گے، آبخورے و آفتابے اور ایسا جام شراب لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائیگا نہ اس سے ان کو سر درد ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جنہیں وہ پسند کرینگے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں جیسے موتی کئی تہوں میں رکھے ہوئے ہوں، بدلے اس کے جو وہ کیا کرتے تھے اور وہاں کوئی لغو بات اور گناہ کی بات نہیں سنیں گے مگر سلام سلام کہنا" الواقعہ آیت ۱۶، ۲۶،

حضرت سیدنا خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ،

(۱) چونکہ یہ جہان، دارالعمل ہے اور فصل بونے اور کام کا وقت ہے اس لئے عمل، فراواں بجالانے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیئے

از مکتوب ۵۳، دفتر اول،

(۲) مخدوما! اللہ تعالی نے انسان کو مہمل پیدا نہیں کیا، اور اس کو اس کی مرضی پر نہیں چھوڑا ہے کہ جو دل میں آئے کرے گے اور خواہش نفس کے مطابق زندگی گذارے، بلکہ اللہ تعالی نے "اوامر و نواہی" کا مکلف کیا ہے گویا کو احکام کا اس کو مخاطب بنایا ہے، لہذا اس کے بغیر چارۂ کار نہیں کہ انسان انہیں احکام کے مطابق زندگی بسر کرے "اور جو خواہشات ان احکام ربانی کے خلاف ہوں ان کو چھوڑ دے اگر ایسا نہ کریگا تو مولائے حقیقی کے غضب وقہر اور عذاب و عقوبت کا مستحق ہوگا"،

وہ لوگ بڑے خوش نصیب ہیں جو تعمیل حکم کے لئے ہیں کمر ہمت باندھے ہوئے ہیں اور پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالی کی خوشنودیاں حاصل کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں، دنیا زراعت کی جگہ ہے زراعت کے وقت عیش و آرام میں مشغول ہونا اور فانی لذتوں میں مبتلا ہونا اپنے آپ کو سرمدی آرام سے جدا رکھنا ہے

(از مکتوب ۱۱ - دفتر دوم)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عمل کرنے کے علم کی جستجو کرو کیونکہ بہت سے آدمی غلطی میں پڑ گئے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے علم پہاڑوں کے برابر ہیں اور ان کا عمل چیونٹی کے برابر ہے"

(طبقات الکبریٰ للشعرانی)

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب ہم عمل میں پیچھے رہے اور صرف طرز کلام کو ہم نے پکا کر لیا تو پھر فلاح کس طرح پا سکتے ہیں"، (طبقات الکبریٰ)

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کا بھلا چاہتے ہیں تو اس پر عمل کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور جدل کا دروازہ بند کر دیتے ہیں"، اور جب کسی بندے کا برا چاہتے ہیں تو اس پر عمل کا دروازہ بند کر دیتے ہیں اور جدل کا دروازہ کھول دیتے ہیں"، طبقات الکبریٰ،

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان حضرات صحابہ کرامؓ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی ہے جن کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ صرف دس آیتوں کا مفہوم سمجھتے تھے اور جب تک ان پر عمل نہ کرتے آگے نہ پڑھتے، قرآن مجید کے فہم کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرتے جاتے

(طبقات ابن سعد حصہ ششم)

اللہ تعالی کا فضل و رحمت

اعمال بار آور ہوں، ان کے لئے اللہ تعالی کا فضل اور رحمت چاہیئے اور فضل و رحمت کے مستحق وہ نیک بخت ہو سکتے ہیں جو اعمال صالح بجالاتے ہیں،

حدیث شریف میں وارد ہے کہ عمل کرتے جاؤ سیدھے اور قریب قریب رہو اور جان لو کہ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کریگا، صحابہ کرامؓ نے سوال کیا اور نہ ہی آپ کو یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا

ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ بفضل ورحمۃ،

اور نہ مجھ کو میرا عمل جنت میں لے جائیگا مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنے فضل و رحمت میں ڈھانپ لے"، (الحاقہ آیت ۲۴ کی تفسیر ابن کثیر)

یعنی بدون رحمت الٰہی اور فضل الٰہی کے صرف نیک عمل ہی نجات کے واسطے کافی نہیں حقیقت میں نجات کا سبب خدا تعالی کا فضل ہے اور عمل اس کا اثر اور پتہ ہے

مشارق الانوار حدیث نمبر ۹۰ ۱۰،

لہٰذا نیک عمل بجالاتے رہیں اور اللہ تعالی سے اس کا فضل اور رحمت بھی مانگتے رہیں

حضرت حافظ شیرازی نے کیا خوب فرمایا ہے

؎ گرچہ وصالش نہ بکوشش دہند،

باقی ۔۔۔

مولانا بشیر احمد قادری
مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

آپ علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام تھے، آپ کی عظمت شان اور جلالت قدر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاری، امام ابوداؤد، جعفر طیالسی، اور زہیر بن حرب، جیسی ممتاز، منفرد اور عبقری ہستیاں ہیں"

نام و نسب: کنیت ابوزکریا، نام یحییٰ، والد کا نام معین تھا، قبیلہ مرۃ غطفان کے غلام تھے، ابن ابی خیثمہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے سنا کہ میں جنید بن عبدالرحمان مری کا آزاد کردہ غلام ہوں

ولادت و سکونت: بغداد سے ۳۶ میل دور "نقیاء" ایک گاؤں ہے، اس کے باشندے تھے، ابوجعفر منصور کے عہد حکومت اور دور سلطنت ۱۵۸ھ میں متولد ہوئے

تعلیم: امام یحییٰ کے والد ماجد حضرت معین "رے" کا خراج وصول کرنے پر مامور تھے، اس میں انہوں نے بہت دولت کمائی تھی، ان کے انتقال کے وقت دس لاکھ پچاس ہزار درہم نقد جمع تھے، والد ماجد کے انتقال پر ملال کے بعد امام یحییٰ نے یہ سب اثاثہ اور سرمایہ علم حدیث کی تحصیل و تکمیل پر خرچ کر دیا، مشہور مؤرخ خطیب بغدادی رقم طراز ہیں

فالفقه کله علی الحدیث حتی لم یبق له نعل یلبسه" تاریخ بغداد ص۱۷۸ ج۱۴

امام یحییٰ بن معین نے اپنا سارا اثاثہ علم حدیث کی تحصیل پر خرچ کر دیا، یہاں تک کہ ان کے پاس پہننے کے لئے ایک جوتا بھی نہ بچا"

شیوخ و اساتذہ: امام یحییٰ بن معین کو فن حدیث سے فطری مناسبت تھی آپ نے بے شمار شیوخ و اساتذہ سے، حدیث کا سماع کیا جن میں سے چند مشہور بزرگوں کے اسماء گرامی یہ ہیں
عبداللہ بن مبارکؒ، سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح، یحییٰ بن سعید القطان ابن مہدی،

حدیث کی کتابت: امام یحییٰ بن معین صرف احادیث کی سماعت پر اکتفاء نہیں فرماتے تھے بلکہ جو احادیث سنتے ان کو قلمبند بھی فرما لیتے تھے، چنانچہ امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک کوئی ایسا شخص ہمیں معلوم نہیں جس نے اپنے ہاتھ سے اتنی احادیث لکھی ہوں"

احمد بن عقبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ آپ نے کتنی حدیثیں قلمبند کی ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھی ہیں" تاریخ بغداد ص۱۸۲ ج۱۴

محمد بن نصر طبری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں امام یحییٰ بن معین کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہوں وہاں دفاتر کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں، حضرت یحییٰ نے ان دفاتر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو حدیث ان دفاتر میں نہ ملے وہ جھوٹی ہے"

ان کی وفات حسرت آیات کے بعد ان کے شاگردوں نے ان کی کتب کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ تیس الماریاں اور بیس صندوق کتابوں سے بھرے پڑے ہیں — تاریخ بغداد ص۱۸۲ ج۱۴

جلالت علم: حضرت امام یحییٰ بن معین کی جلالت علم و رفعت مرتبت کے سامنے بڑے بڑے ائمہ اپنے آپ کو ہیچ تصور کرتے تھے بلکہ شدید مرعوب ہو جاتے تھے، چنانچہ حضرت ہارون بن معروف فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شام کے مشہور شیخ ہمارے یہاں آئے ہوئے تھے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے حدیث لکھوانے کی درخواست کی انہوں نے میری درخواست کو شرف قبولیت سے نواز کر اپنی کتاب اٹھوا کر لکھوانا شروع کر دیا اتنے میں دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹانے کی آواز آئی اتنے میں معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل آنے کی اجازت چاہتے ہیں شیخ نے امام کو اندر آنے کی اجازت دیدی چنانچہ امام احمد بن حنبل اندر تشریف لائے لیکن امام احمد بن حنبلؒ کی تشریف آوری سے

شیخ کی حالت میں کوئی تغیر رونما ہوا وہ اسی طرح ہاتھ میں کتاب لئے لکھواتے رہے،،

امام احمد کے بعد احمد الدورقی، عبداللہ بن رومی ابوخیثمہ، زہیر بن حرب، اسی طرح علی الترتیب آکر شیخ سے اجازت حاصل کر کے درس حدیث میں شرکت کی سعادت حاصل کرتے رہے، لیکن ان میں سے کسی کی آمد پر شیخ کی حالت میں کوئی تغیر رونما ہوا وہ کتاب ہاتھ میں لئے املاء لکھواتے رہے، ان سب حضرات کی تشریف آوری کے بعد پھر کنڈی کھٹکھٹائی گئی، اس مرتبہ معلوم ہوا کہ یحیی بن معین تشریف لائے ہیں، حضرت ابن معین کو دیکھتے ہی شیخ کے ہاتھ کانپنے لگے اور کتاب ان کے ہاتھوں سے گر گئی،، —— تاریخ بغداد ص۱۸۱ ج۱۴

تنقید احادیث

حضرت یحیی بن معین کو تنقید روایات میں ایسا کمال حاصل تھا کہ روایات کے ذخیرہ میں جو روایت کمزور ہوتی اور نادرست ہوتی اسے فوراً پہچان کر اس کے سقم پر تنبیہ فرما دیتے تھے،،

ابوسعید حداد فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت علی بن مدینی اور امام احمد بن حنبل تشریف فرما تھے، امام یحیی بن معین بھی اس مجلس میں رونق افروز تھے، حدیث پر مذاکرہ ہو رہا تھا ایک شخص نے کہا کہ اے یحیی بن معین آج ہم آپ کو بہترین احادیث سناتے ہیں فرمایا ،، ہاں سناؤ،، لوگوں نے احادیث سنانی شروع کر دیں، ان حدیثوں میں جہاں جہاں سقم تھا یحیی بن معین اس پر تنبیہ فرماتے رہے پھر ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ حضرت یحیی بن معین کی تنقید بالکل صحیح تھی،،
تاریخ بغداد ص۱۸۲

تنقید حدیث کے فن میں امام یحیی بن معین کو جو غیر معمولی مہارت حاصل تھی بڑے بڑے ائمہ حدیث اس کا برملا اعتراف و اقرار کرتے تھے، ابن الرومی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص آکر کہنے لگا کہ اے ابوعبداللہ ذرا ان احادیث کو جانچئے پرکھئے ان میں کچھ سقم معلوم ہوتا ہے، امام احمد نے فرمایا کہ تم ابو زکریا، یحیی بن معین، کے پاس جاؤ وہ خطا کو خوب جانتے ہیں اور خوب پہچانتے ہیں،، تاریخ بغداد ص۱۷۹، ۱۸۰ ج۱۴

امام احمد بن حنبل اور ایک محدث عبدالخالق مغازی کی حدیثوں کی سماعت کے لئے امام یعقوب بن ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے ان دنوں امام یحیی بن معین بصرہ میں سکونت پذیر تھے، ایک دن امام احمد نے فرمایا،، کاش کہ ابو زکریا (یحیی بن معین) یہاں تشریف فرما ہوتے،، عبدالخالق محدث نے کہا کہ،، اگر وہ یہاں ہوتے بھی تو آپ کیا کرتے،، بولے وہ خطا کو پہچانتے ہیں

امام احمد بن حنبل، حضرت یحیی ابن معین سے احادیث کی سماعت کے اس درجہ شائق تھے کہ آپ فرماتے تھے،،

السماع من یحیی بن معین شفاء لما فی الصدور، یحیی ابن معین سے حدیثیں سننا سینوں کے لئے شفاء کا پیغام ہے،

امام علی بن المدینی کی رائے

علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ،، چالیس سال تک مسلسل میرا یہ دستور و معمول تھا کہ میں جب کبھی بغداد جاتا تھا تو امام احمد بن حنبل کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احادیث پر گفتگو کرتا تھا، اس گفتگو میں اگر کسی چیز میں امام احمد کا اور میرا اختلاف ہو جاتا تو ہم حضرت یحیی بن معین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے دریافت کرتے تھے وہ علی الفور حدیث کو اس کے اصل مخرج سے نکال دیتے تھے اور اس میں ان کو غیر معمولی کمال حاصل تھا

تہذیب التہذیب ص۲۸۳ ج۱۱،،

نیز فرماتے ہیں،،

ما رأیت فی الناس مثلہ،،

میں نے لوگوں میں یحیی ابن معین کی نظیر نہیں دیکھی

نیز فرماتے ہیں،،

لا نعلم احداً من لدن آدم کتب من الحدیث ما کتب یحیی بن معین

تاریخ بغداد ص۱۸۲

امام نسائی: ابو زکریا یحیی بن معین الثقۃ المامون احد الائمۃ فی الحدیث،،

امام ابو زکریا یحیی بن معین ثقہ، مامون، اور ائمہ حدیث میں سے ہیں،،

امام ابوداؤد: محمد بن علی آجری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد سے دریافت کیا!

ایما اعلم بالرجال یحیی او علی بن عبداللہ قال یحیی عالم بالرجال ولیس عندکم من خبر اهل الشام شئ،،

کہ رجال اور راویوں کا علم یحیی بن معین کو زیادہ تھا یا علی بن المدینی کو، انہوں نے فرمایا کہ ابن معین تو تمام رجال کے عالم و ماہر تھے اور علی بن مدینی شام کے راویوں کے حالات سے بے خبر تھے

ابوسعید حداد رح

ابوسعید حداد فرماتے ہیں کہ:

"الناس کلہم عیال علی یحیی ابن معین" سب لوگ حدیث میں یحیی بن معین کے عیال اور خوشہ چین ہیں۔ تاریخ بغداد ص ۱۸۳ ج ۱۴

امام عجلی رح

امام عجلی رح فرماتے ہیں:

"ماخلق اللہ تعالیٰ احداً کان اعرف بالحدیث من یحیی بن معین رح" حق تعالیٰ نے یحیی بن معین سے زیادہ حدیث کا ماہر پیدا نہیں کیا۔"

تہذیب التہذیب ۲۸۴ ج ۱۱

امام ابن حبان رح

مشہور محدث امام ابن حبان حضرت یحیی بن معین کے بارے میں اپنے جذبات عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔"

وکان من اھل الدین والفضل وممن رفض الدنیا فی جمع السنن وکثرت عنایتہ بہا وجمعہ وحفظہ ایاھا حتی صار علماً یقتدی بہ فی الاخبار واماماً یرجع الیہ فی الآثار"

امام یحیی ابن معین بڑے متدین اور صاحب فضل و کمال تھے، احادیث جمع کرنے میں انہوں نے دنیا کو تج دیا۔ احادیث کے جمع کرنے اور ان کو یاد کرنے میں انہوں نے اس قدر توجہ مبذول کی کہ وہ ایسا علم (جھنڈا) قرار پائے جسکی اقتداء کیجاتی ہے اور امامت کے درجہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے"، تہذیب التہذیب ص ۲۸۸ ج ۱۱

مشہور مؤرخ خطیب بغدادی رح

خطیب بغدادی کے الفاظ میں آپ امام ربانی عالم، حافظ، ثبت، اور متقن تھے"۔

تاریخ بغداد ص ۱۷۷ ج ۱۱

امام یحیی بن معین کے بارے میں پیچھے حضرت علی بن المدینی کے اقوال چند ایک مذکور ہو چکے ہیں، اب احقر مناسب سمجھتا ہے کہ حضرت یحیی بن معین کے بارے میں اکابر ائمہ کے اقوال و آراء کے اختتام پر حضرت علی بن المدینی کا ایک ایسا قول نقل کر دیا جائے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے دیگر تمام اقوال سے فائق و برتر ہے، اور جس سے حضرت یحیی ابن معین کے علم روایت و حدیث اور تنقید رجال کے فن میں غیر معمولی تبحر پر خاصی روشنی پڑتی ہے اور جس سے امام یحیی ابن معین کے مقام و مرتبہ کی عظمت و رفعت بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے"،

امام علی بن المدینی کا قول جامع

امام علی بن المدینی رح فرماتے ہیں کہ:

بارہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت ائمہ حدیث (سعید بن ابی عروبہ، شعبہ، معمر، حماد بن سلمہ، ابو عوانہ، سفیان ثوری رح، سفیان بن عیینہ، مالک بن انس رح، اوزاعی وغیرہم رحمہم اللہ) کا علم سمٹ سمٹا کر ہشام، یحیی بن سعید بن ابی زائدہ، وکیع، عبد اللہ بن مبارک، اور محمد بن اسحاق میں جمع ہو گیا تھا، اور ان چھ حضرات کا علم سمٹ کر امام یحیی بن معین میں جمع ہو گیا تھا"، تاریخ بغداد ص ۱۸۰ ج ۱۱

امام مالک، امام سفیان ثوری، امام سفیان بن عیینہ رح، امام شعبہ، اور امام ابو عوانہ رح جیسے بارہ عظیم الشان اور فقید المثال محدثین جن میں سے ہر ایک آسمان علم کا آفتاب عالم تاب تھا، کا علم جس شخصیت میں جمع ہو، اس کے علم و فضل، ذہانت و فطانت اور تبحر علمی کا اندازہ لگائیے اور اس سے ان کی جلالت قدر اور رفعت مرتبت کی تعیین میں مدد حاصل کیجئے۔

مسلک

اتنے امتیازات اختصاصات اور اتنے بلند و برتر مقام و مرتبہ کے حامل ہونے کے باوجود آپ امام اعظم کی تقلید کو اپنے گلے کا خوشبودار ہار بنائے ہوئے تھے، آپ امام اعظم کی تقلید اپنے لئے باعث فخر اور موجب ہزار ابتہاج سمجھتے تھے"۔

علامہ کوثری رقمطراز ہیں

ان ابن معین حنفی تلقی الجامع الصغیر من محمد بن الحسن، یرمی بالتعصب للحنفیۃ" تانیب الخطیب ص ۱۵۷

امام یحیی ابن معین حنفی ہیں انہوں نے جامع صغیر امام محمد بن الحسن سے پڑھی تھی اور ان پر حنفیوں کے لئے تعصب کا الزام لگایا گیا ہے"

علامہ خطیب بغدادی رح امام یحیی بن معین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں"،

القراۃ عندی قراۃ حمزۃ والفقہ فقہ ابی حنیفۃ وعلی ھذا ادرکت الناس" تاریخ بغداد ص ۳۴۷ ج ۱۳

میرے نزدیک قراتوں میں قراۃ امام حمزہ رح کی ہے، اور فقہوں میں فقہ امام ابوحنیفہ رح کی ہے اور میں نے لوگوں کو اسی خیال پر پایا ہے علی ھذا ادرکت الناس"، کا جملہ اس حقیقت کو بخوبی واضح، واشگاف اور عیاں کر رہا ہے کہ امام یحیی ابن معین کے زمانہ تک تقریباً سبھی حضرات حضرت امام ابوحنیفہ رح کی فقہ پر اعتماد کرتے تھے، اور بڑے بڑے

اکابر محدثین امام اعظمؒ کی تقلید کو باعث افتخار تصور کرتے تھے"

وفات

آپ کی عمر کی ستترویں بہار کی تکمیل میں ابھی دس دن باقی تھے کہ پیام اجل آ پہنچا اور آپ کی وفات حسرت آیات کا المناک اور اندوہگین، حادثہ فاجعہ پیش آیا، یہ سانحہ جانکاہ سنہ ۲۳۳ھ میں پیش آیا"

حضرت یحییٰ بن معینؒ سنہ ۲۳۳ھ میں حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہو کر مدینہ منورہ آئے اور یہاں دو تین دن قیام کر کے واپس وطن روانہ ہوئے، راستہ میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک ہاتف غیبی کہہ رہا ہے "اے ابوزکریا! کیا تم میرے پڑوس سے اعراض کرتے ہو؟ صبح کے وقت آپ نے اپنے رفقاء اور احباب سے کہا کہ "تم سب جاؤ میں تو "مدینہ منورہ" ہی واپس جا رہا ہوں چنانچہ آپ کے سب ساتھی واپس چلے گئے اور حضرت یحییٰ بن معین تنہا مدینہ منورہ آ گئے یہاں دوبارہ آئے ہوئے ان کو تین دن ہی ہوئے تھے کہ ان کے انتقال کا سانحہ پیش آیا جب والی مدینہ کو اس حادثہ کی خبر ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ آپ کا جنازہ اس مقدس و مبارک چارپائی پر اٹھایا جائے جس چارپائی پر حضور سرور کائنات فخر موجودات رحمۃ اللعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اٹھایا گیا تھا،

چنانچہ آپ کا جنازہ اس مقدس چارپائی پر اس شان سے اٹھایا گیا کہ جنازہ کے آگے آگے ایک شخص اعلان کرتا جاتا تھا کہ یہ اس شخص کا جنازہ ہے جو حضور علیہ السلام سے جھوٹ منسوب ہونے والی باتوں کو دفع کرتا تھا

تاریخ بغداد صـ۱۸۶ ج ۱۴

ابراہیم بن منذر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عالم رؤیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو ایک جگہ اکٹھے دیکھا تو اس شخص نے اس بارے میں حضور علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں اس شخص کا جنازہ پڑھنے آیا ہوں جو میری احادیث سے جھوٹ دور کیا کرتا تھا"

تہذیب التہذیب صـ۲۸۷ ج ۱۱"

حبیش بن منذر کہتے ہیں، میں نے خواب میں حضرت امام یحییٰ بن معین کو دیکھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کے رب نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا آپ نے کہا کہ حق تعالیٰ نے دیگر انعامات کے علاوہ تین سو حوروں سے میری شادی کی ہے

تاریخ بغداد صـ۱۸۷ ج ۱۴"

بقیہ جنت کا حصول.....

ہر قدر اے دل کہ توانی بکوشش

(۲) قومے بجد وجہد نہادند وصل دوست
قومے دگر حوالہ بتقدیر مے کنند"

(۱) اگرچہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہمارے اعمال میں کوشش کی وجہ سے نہیں ملتا، مگر اے دل تجھے تو اعمال صالحہ بجا لانے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے جس قدر ہو سکے اعمال صالحہ کی بجا آوری میں کوشش کر"

(۲) ایک جماعت نے دوست کے وصل (اللہ تعالیٰ کی رضا) کو اعمال صالحہ بجا لانے کی جد وجہد کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اس جماعت کے لوگ کامیاب ہوں گے" دوسری جماعت عمل نہیں کرتی اور کہتی ہے کہ جو قسمت میں ہو گا وہ مل جائیگا یہ ناکام ہو گی"

بقیہ شذرہ

ورسائل کے نام ایک چٹھی میں لاہور کی ایک مشہور فرم شیخ غلام حسین اینڈ سنز کے مطبوعہ قرآن مجید میں ۳۴ اغلاط کی نشاندہی کی ہے،

اللہ کی کتاب ہونے کے ناطہ سے کتاب الٰہی کی طباعت وغیرہ میں صحت کا التزام رکھنا ازبس ضروری ہے، اور سابقہ حکومت نے اس سلسلہ میں ایک قانون بھی بنایا تھا، لیکن ہوس زر کا کرشمہ ہے کہ کتاب الٰہی کا ذرہ برابر لحاظ و پاس نہیں، اس عرضداشت کی تحقیق اور اس صورت حال کا سدباب کر کے حکومت اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے

ضروری تصحیح

گذشتہ شمارہ کے ٹائیٹل پر مولانا علی میاں کی تقریر کے اقتباس میں اخلاقی مسائل (سطر ۳) چھپ گیا ہے جو صحیح نہیں۔ صحیح جملہ "اختلافی مسائل کے بجائے توحید و سنت... الخ ہے تصحیح فرمالیں اس سہو پر ہم معذرت خواہ ہیں۔

(ادارہ)

پیر علی محمد راشدی

حضرت مولانا تاج محمود امروٹی رحمۃ اللہ علیہ

فرنگیوں کے خلاف، خلافت اور کانگریس تحریکوں کے سلسلہ میں جو جہاد کا جذبہ پیدا ہوا اس کو سندھ کے اندر پیدا کرنے والے مولانا تاج محمود امروٹی ہی ہیں، اس کام میں اور بزرگ ہستیاں بھی آپ کے ساتھ وابستہ تھیں مثال کے طور پر پیر تراب علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ پیر صاحب جھنڈے والے (پیر میاں رشد اللہ صاحب علیہ الرحمۃ) مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حاجی عبد اللہ ہارون، شیخ عبد الرحیم حیدر آبادی، اور رئیس جان محمد جونیجو"۔

لیکن ان تحریکوں کے اصل محرک مولانا امروٹی ہی تھے، جن کے قدم مبارک اخیر وقت تک ہر قسم کی لغزش سے مُبّرا رہے،

میں نے انکی زیارت فقط ایک مرتبہ کی، پیر تراب علیشاہ مرحوم قمبر والے، حضرت امروٹیؒ سے ملاقات کرنے کے لئے امروٹ شریف گئے اور مجھے بھی آپکی خدمت میں ساتھ لائے۔ دک جنکشن سے اتر کر تانگہ پر سوار ہو کر امروٹ شریف پہنچے، مولانا صاحب مسجد کے باہر درخت کے سایہ تلے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے نحیف البدن اور بہت بوڑھے تھے، آپ لمبے قد کے تھے، لیکن ان دنوں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ہڈیوں پر پوست چڑھا ہوا ہے، آپ کی ریش مبارک دراز اور سفید تھی، لباس کھادی کا تھا دونوں بزرگوں نے محبت سے مصافحہ کیا اور زیادہ دیر تک آپس میں گفتگو کی، مجھے افسوس ہے کہ اس گفتگو کا مطلب میرے ذہن سے فراموش ہو چکا ہے سارا دن گذار کر شام کو واپس ہوئے،

مولانا صاحب بڑے عالم ہونے کے علاوہ پیر طریقت بھی تھے، سارے سندھ میں آپ کے لئے عزت اور احترام کا جذبہ موجزن تھا کانگریس اور تحریک خلافت کے بڑے بڑے لیڈر آپ کی قدر اور احترام کرتے تھے،

"عدم تعاون" کی تجویز جس پر بعد میں کانگریس نے عمل کیا سب سے پہلے مہاتما گاندھی کے ذہن میں مولانا امروٹی رحمہ نے ڈالی تھی اس تجویز کا یہ مطلب تھا کہ برٹش گورنمنٹ سے کسی بھی کام میں تعاون اور اشتراک نہ کیا جائے، سرکاری ملازمین انگریزوں کی ملازمت چھوڑ دیں، مسلمان فوجی فوج سے نکل آئیں خراج دینے والے خراج دینے سے انکار کر دیں خطابات اور القابات پانے والے یہ اعزازات واپس کر دیں وغیرہ ذالک۔

چند دنوں کے بعد تحریک ہجرت شروع ہوئی جس کا مطلب یہ تھا کہ انگریزوں کی حکومت ہوتے ہوئے ہندوستان "دار الحرب" بن گیا، اس لئے مسلمان اپنے وطن سے ہجرت کر کے افغانستان جا کر رہیں اور وہاں سے فوج مرتب کر کے انگریزوں سے جنگ لڑیں مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمہ پہلے ہی خفیہ طور پر تکالیف اور مصائب جھیل کر افغانستان پہنچے تھے،

امیر امان اللہ خان انہی دنوں افغانستان کے تخت پر متمکن ہوا تھا، اس کے دل میں بھی انگریزوں کے خلاف غم و غصہ کا جذبہ موجزن تھا اور وہ اپنے ملک سے فرنگیوں کا تسلط ختم کرنا چاہتا تھا جس کے لئے انگریز ابھی تیار نہیں تھے،

اس پس منظر کو ملحوظ رکھ کر مولانا امروٹیؒ نے ہند اور سندھ کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ہجرت کریں اور ہجرت کا کام پیر سید تراب علی شاہ مرحوم کے سپرد کیا، ہندوستان سے تو چند لوگ گئے، لیکن سندھ سے ہزارہا لوگ اپنا مال اسباب، زمینیں اور جائدادیں بیچ کر قافلے بنا کر افغانستان کی طرف روانہ ہوئے،

پروگرام یہ تھا کہ مہاجرین کی اچھی خاصی تعداد نکل جانے کے بعد آخری قافلہ سے مولانا تاج محمود امروٹی رحمہ اور پیر تراب علی شاہ خود بھی روانہ ہو نگے، لیکن اس دوران افغانوں اور انگریزوں کے درمیان بارڈر پر باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی انگریزوں نے افغانستان کی آزادی تسلیم کر کے جلدی جلدی امان اللہ خان سے صلح کر لی اور صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ ہندوستان سے آئے ہوئے مہاجرین کو پناہ نہیں دی جائیگی چنانچہ امان اللہ خان اور انگریزوں کی صلح کے بعد پٹھانوں نے فوری طور پر سندھی مہاجروں سے بدسلوکی شروع کر دی، سابقہ وعدے کا ایفاء تو کجا انہوں نے مہاجرین کا سامان و اسباب بھی چھین لیا، آخر کار مہاجرین مجبور ہو کر وطن واپس لوٹے، اس سے قبل کہ مولانا

تعارف و تبصرہ

بہشتی زیور (انگریزی)

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ واقعی ”حکیم الامت“ تھے انہوں نے اللہ کے دین کی خدمت اور امت کی اصلاح کے لئے جو کام کیا وہ ان کی شان جامعیت اور مجددانہ حیثیت کا منہ بولتا ثبوت ہے باقی چیزوں سے قطع نظر صرف ”بہشتی زیور“ کو ہی لیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو کتنی مقبولیت عطا فرمائی، برصغیر کا شاید کوئی ناشر ایسا ہو جس نے اس کتاب کو نہ چھاپا ہو اور کسی بھی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والا عالم دین آپ کو ایسا نہیں ملیگا جسکی لائبریری میں یہ کتاب موجود نہو، بلکہ وہ حضرات جو مولانا تھانوی اور ان کے اساتذہ و رفقاء کو کوسنا ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں وہ بھی مسئلہ کی تحقیق اور مسئلہ بتانے کی غرض سے اسی کتاب کا سہارا لیتے ہیں“

عقائد و اعمال سے لیکر عام ضروریات تک ہر چیز سے متعلق اس کتاب میں واضح رہنمائی موجود ہے، ایک عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ اس کتاب کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو جائے تاکہ اپنے دیس کے وہ حضرات جن کی تسکین اس زبان کے بغیر نہیں ہوتی ان کے ساتھ ساتھ یورپ والے بھی استفادہ کر سکیں اللہ بھلا کرے جناب محمد سرور خان سرور ہا ایم۔ اے، ایل، ایل بی، دعلیگ) کا کہ انہوں نے یہ کام بڑی محنت شاقہ اور خلوص سے سرانجام دیا اور اس ضرورت کو پورا کر دیا پاکستان میں اس کے چھاپنے کا سہرا اسلامک اکادمی پاکستان ہوڈہ بلڈنگ نیا دروازہ پشاور شہر کے سر ہے جس کے چیئرمین جناب پروفیسر جی، ایم، قریشی صاحب ہیں جو علم و ادب کا ستھرا اور نفیس ذوق رکھنے کے ساتھ ساتھ ایک دیندار آدمی ہیں! انہوں نے تبلیغ دین کے نقطۂ نظر سے کتاب چھپوائی ہے اور ان کی خواہش ہے کہ اہل خیر اور مخیر حضرات زیادہ سے زیادہ اس کتاب کو خرید کر ایسے حلقوں میں تقسیم کریں جہاں اسکی اشد ضرورت ہے، یہی جذبہ ہے جسکی بناء پر انہوں نے قیمت بہت مختصر اور واجبی رکھی ہے،

ہمیں خوشی ہے کہ صوبہ سرحد کے ڈائریکٹر آف تعلیمات نے ایک سرکلر کے ذریعہ ۷۶/۷۷/۶۵۲ ہر کالج کی لائبریری کو دو دو نسخے خریدنے کی ہدایت کی ہے اسی طرح ڈائریکٹر برائے سکولز نے چٹھی نمبری ۴۲-۲۱/۷۴ کے ذریعہ اسی قسم کی ہدایت کی ہے، دوسرے صوبوں کے ذمہ داران تعلیمات، جیل کے اعلیٰ افسران اور دوسرے محکموں کے ذمہ دار اگر اسی طرح توجہ دیں تو ان دوائر میں عقائد و اعمال اور رسوم و عادات کی دنیا میں دینی انقلاب آسکتا ہے“

کتاب کی قیمت صرف ۱۵ روپے ہے اور پاکستانیوں کے لئے مزید رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ پیشگی رقم ارسال کر کے ڈاک خرچ سے بچ سکتے ہیں، کتاب حاصل کرنے کیلئے اکادمی کے دفتر کے علاوہ مکتبہ رشیدیہ لاہور، مکتبہ رشیدیہ ساہیوال،
اسلامک اکادمی مانچسٹر ۱۳
حافظ شفیق احمد گلاسکو ۵
اور حاجی اسماعیل وادی والا ۳۴ ریونیو فورٹ سبرگ افریقہ سے رجوع کریں

تعبیر کی غلطی

جناب وحید الدین صاحب ہندوستان کے ایک منجھے ہوئے اہل قلم ہیں، پاکستان کے معیاری اخبارات و رسائل میں ان کے مقالات اور مضامین چھپتے رہتے ہیں موصوف قریباً ۱۵ سال تک ہندوستان کی جماعت اسلامی سے وابستہ رہے، اس کے بعد انہیں احساس ہوا کہ جماعت اور اس کے بانی کی فکر اس فکر سے متصادم ہے جسے لیکر اللہ کے نبی دنیا میں تشریف لائے تھے اور جو متوارث طریق سے ہم تک پہنچی ہے، دل میں کھٹکا پیدا ہوا تو انہوں نے کتابوں کو کھنگالنا شروع کر دیا وہ کئی کتابوں میں گئے اور بڑے بڑے ذخیروں

کو پڑھا، ادھر اہل علم سے گفتگو شروع کردی
انہیں یقین ہوگیا کہ ان کا موقف صحیح ہے
انہوں نے اپنے خیالات و تصورات کو
قلمبند کرلیا اور جماعت کے ذمہ دار افراد
سے گفتگو شروع کردی، ہندوستان کی
جماعت نے وہاں کے ذمہ دار رکن مولانا
صدر دین اصلاحی کو اس تحریر کے جواب
پر مامور کرکے چار ماہ کی مدت مقرر کردی
لیکن مولانا اصلاحی اس گتھی کو سلجھا نہ سکے
جماعت کے اس وقت کے ہندی امیر مولانا
ابو اللیث اور ایک دوسرے بزرگ مولانا
عبد الجلیل ندوی سے مختلف ذرائع سے
مذاکرات ہوئے، طویل خط و کتابت ہوئی
پھر موصوف نے پاکستان کا رُخ کیا اور جماعت
کی فکر کے بانی مولانا مودودی صاحب سے خط و کتابت
شروع کردی، بہت جلد ہی نتیجہ سامنے آگیا اور مودودی
صاحب نے روایتی انداز سے لکھدیا کہ اپنا
اور میرا وقت ضائع نہ کریں یہی مناسب ہے،
پندرہ سالہ رفیق کی الجھنوں کو دور کرنا اور
اس طرح کا جواب مناسب نہ تھا،

وحید الدین خاں صاحب جماعت سے الگ
ہوگئے اور جماعتی فکر میں جو خرابیاں نظر آئیں
تھیں ان پر تنقید اور صحیح اسلامی فکر سے متعلق
اپنی تحریر شائع کرنے کا قصد کرلیا،

یہ کتاب اسی خط و کتابت اور تحریر پر مشتمل
ہے، سنجیدہ اور علمی زبان میں لکھی گئی یہ کتاب
ایک عرصہ کے بعد پاکستان میں محض ضرورت
دینی کے تحت شائع ہوئی ہے، شائع کرنے
والوں کا مقصد دینی نصیحت و خیر خواہی ہے
اسی لئے بہتری کے انداز میں چھاپ کر کم قیمت
رکھی گئی ہے، ۳۲/- روپے میں یہ کتاب مکتبہ عزیزیہ اردو
بازار لاہور، اور ادارہ اسلامیات انارکلی
لاہور اور دوسرے اچھے اداروں سے دستیاب
ہے، مودودی صاحب کی فکر میں کیا لغزشیں
ہیں اسپر ٹھوس اور علمی انداز میں جتنا مواد
اس کتاب میں ہے دوسری جگہ مشکل سے
ملیگا، ہمیں امید ہے کہ اہل ذوق حضرات
اسکی قدر کریں گے،

تبصرہ !

بڑے سائز کے ۱۲ صفحات پر مشتمل یہ خصوصی اشاعت
گوجرانوالہ اور سیالکوٹ سپلیمنٹ کی حیثیت
رکھتی ہے، پاکستان کے یہ دونوں شہر صنعتی
اعتبار سے بڑے اہم ہیں، اور ان اضلاع میں
بعض بڑی صنعتوں سے لیکر چھوٹی صنعتوں
کا جو جال بچھا ہوا ہے وہ ملکی صنعت میں
بڑی اہمیت کا حامل ہے" ہمارے دو ہونہار
اور عزیز طلبہ جاوید اقبال اور ظہیر میر نے بڑی
محنت اور تندہی سے یہ نمبر مرتب کیا ہے
بالخصوص گوجرانوالہ کے معاملہ میں بعض ایسی
پرانی تحریریں سامنے لائے ہیں جو مرور زمانہ
سے کاغذات کے انبار میں دب چکی ہیں، یہ
تحریریں تاریخی نوعیت کی اور دلچسپی کی حامل
ہیں، اور ہم چاہتے ہیں کہ دیار و امصار کی
تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہل ذوق
اس خصوصی اشاعت کو جلدی سے حاصل
کریں کہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار سوہان
روح ہوگا،"

۵/- روپیہ میں یہ اشاعت مکتبہ تبصرہ
۴/۱۷ گلشن کالونی شادباغ لاہور سے
دستیاب ہے"

بقیہ مولانا امروٹی رح

کا قافلہ روانہ ہوا، اس سے پہلے ہی تحریک ختم ہوگئی
مولانا امروٹی رح کو افغانوں کے اس سلوک
پر بہت صدمہ پہنچا، اس واقعہ کے بعد
مولانا امروٹی رح زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے
اللہ پاک آپ کی روح مبارک پر رحمت کی
بارش برسائے! آمین،"

خدام الدین کا تازہ پرچہ

سکھر میں:- بشیر احمد صاحب
براج کالونی
حیدرآباد میں:- بشیر احمد صاحب
کوارٹر ۱۹۹ گاڑی کھاتہ
بھکر میں:- حافظ غلام رسول صاحب
قصور میں:- مولانا حبیب اللہ صاحب
کوٹ مراد خاں
جڑانوالہ میں:- محمد علی صاحب
لاہور میں:- مولانا عبد اللطیف
نیوز ایجنٹ
خانپور میں:- مولانا مطیع الرحمان
ساہیوال میں:- محمد شفیق صاحب
بلاک ۴۳ - دھوبی محلہ
جہلم میں:- حافظ محمد شفیع صاحب
محلہ لوٹیا
بہاولنگر میں:- حافظ عبد الرشید صاحب
مہاجر کالونی
گوجرہ میں:- فتح محمد صاحب، بستی
سلطان پورہ

جریدہ "خدام الدین" دنیا بھر میں دستیاب ہے

زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹرڈ ہوائی ڈاک

(۱) سعودی عرب، کویت، ایران، عراق، اردن، شام، نیپال، سری لنکا، سیلون، ترکی، انڈونیشیا، الجزائر، لبنان —— ۱۶۰/ روپے

(۲) ابوظہبی، دوبئی، دوحہ قطر، قطر، شارجہ، شارقہ، یمن، برما، افغانستان —— ۱۵۰/ روپے

(۳) مالدیپ لکادیپ، بھارت —— ۱۵۵/ روپے (۴) امریکہ، آسٹریلیا، کینیڈا —— ۱۶۵/ روپے

(۵) انگلستان، ناروے، اٹلی، ڈنمارک، ہالینڈ، لیبیا، کمبوچیا، لاؤس، یونان، تھائی لینڈ، ویت نام، چین، نائیجیریا، ہانگ کانگ، ملائشیا، جاپان، سویڈن، مغربی جرمنی، فرانس، نیوزی لینڈ، افریقہ، بنگلہ دیش } ۱۶۵/ روپے

طریق کار: سالانہ خریدار بننے کے لیے اس ملک کے لیے مقرر کردہ زرِ سالانہ کی رقم کسی بھی ایسے بنک کے ذریعہ جس کی کوئی شاخ لاہور میں موجود ہو بنام ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے نام ارسال فرمائیں، چیک خواہ ملکی ہی کیوں نہ ہوں، وصول نہیں کیے جائیں گے۔
البتہ پاکستان میں رہائش پذیر کسی عزیز کی وساطت سے رقم ارسال کی جا سکتی ہے۔

احسان الواحد : سرکولیشن مینیجر ہفت روزہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور